Digitized By Khilafat Library Rabwah

- تمام نوجوانوں کو مَیں خصوصیت کے ساتھ یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے ہرگز کسی رنگ میں بھی دلآزاری نہیں کرنی۔ آپ کے عہدِ بیعت میں یہ الفاظ داخل ہیں کہ مَیں کسی کا دل نہیں دُکھاؤں گا۔

- ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے۔

(۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ـــ مکمل متن اندر ملاحظہ فرمائیں)

خلافتِ رابعہ کے پہلے بابرکت جلسہ کے ایام قریب آرہے ہیں

"اِس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں"

"یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے"

جلسہ سالانہ کے بارے میں سیّدنا حضرت مسیح موعود کے ارشاداتِ عالیہ

"اِس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اِس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اِس کے لیئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اِس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اِس لِلّٰہی جلسہ کے لیئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دے اور اُن کے ہمّ و غم دُور فرمائے۔ اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مُرادات کی راہ اُن پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اُس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کُشا یہ تمام دُعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوّت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔"

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماہنامہ خالد ربوہ

نومبر دسمبر ۱۹۸۲ء

جلد ۳۰

شمارہ ۱-۲

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

نائب ایڈیٹر
منیر احمد جاوید

معاون ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

الفہرست

پبلشر: مبارک احمد خالد
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

پرنٹر: سید عبدالحی
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

قیمت سالانہ: اٹھارہ روپے۔ قیمت پرچہ ہذا: دو روپے

کتابت: نورالدین خوشنویس۔ ربوہ

اداریہ

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

ایک قیامت خیز زلزلہ کے بعد تعمیرِ نو کے آثار ہویدا ہونے لگے۔ عارضی تجرید خزاں کے بعد گلشنِ احمد میں ایک اور گُل رعنا کھلنے کے باعث تنویرِ بہار کے سامان پیدا ہونے لگے۔ رعنائی جمال نے ہر ایک پر اپنا پرتو ڈالنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ نیرنگیٔ حُسن کے جلوے صفحۂ ہستی پر بکھرنے شروع ہوئے۔ اپنے مُلک کی فضا تو کیا! ناروے، سویڈن، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، ہالینڈ، سپین، انگلینڈ ..... کی فضائیں بھی اس کے مشکِ عنبریں سے مہک اُٹھیں۔ گلوں پر نکھار آیا۔ بُوٹے مادیت کو زیر کرنے رُوحانی عطرِ تتار لایا۔

کتنی عظیم الشان ہے یہ قیادت!

کتنا مؤثر اور دل موہ لینے والا ہے یہ سالار!

سُبک رفتار، خوش گفتار، صاحبِ سیرت و کردار کہ جس کی سعیٔ پیہم سے کاروانِ احمدیت پر نئی ترنگ آگئی۔ تازگی کی نئی لہر دوڑنے لگی۔ استعدادیں صیقل ہونے لگیں، ذوقِ عبادت نیا رُوپ دھار گیا۔ نئے زاویہ ہائے فکر نے جنم لیا۔

اسلوبِ تربیت کا اچھوتا انداز کہ دل میں کھبتا چلا جائے۔

الغرض ہمارے پیارے آقا نے ہر ویرانے کو تائیداتِ الٰہیہ اور تجلیاتِ رُوحانیہ کی بارش سے مثلِ گلزار بنا کر اور پیاسی رُوحوں کی تشنگی کو سیراب فرما کر کامیاب مراجعت فرمائی۔

پروانوں کا والہانہ پن اور شمع کے حُسن و جذب کی کیفیت کہ سالانہ اجتماعات پر ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد لیئے پروانے کشاں کشاں چلے آئے۔ اور اپنے پیارے امام کے بصیرت افروز اور پُر معارف خطبات سے احیائے نَو اور تازگی و شگفتگی کا توشہ لیئے اور پیکرِ محبت کے رُوح پرور نظاروں کو دل میں بسائے یہاں سے روانہ ہوئے۔

اب پھر ایّامِ نَو بہار کی آمد ہے۔ برکاتِ الٰہی سے دامن کو معمور کرنے کا وقت ہے۔ مکانوں اور مکینوں کو مہبطِ انوارِ الٰہیہ بنانے کے لیئے ظاہری و باطنی حُسن و جمال میں یکتائی پیدا کرنا ضروری ہے۔ مفوّضہ فرائض کی بجا آوری اور مہمانانِ کرام کے جذبات کا احترام یہ وہ دو گھاٹیاں ہیں جن کو عبور کرنے سے رفعتیں قدم بوس

ہوتی ہیں۔

ہمارا جلسہ سالانہ ایک تڑپ لے کر آتا ہے کہ عشقِ الٰہی کی جس آگ میں یہ چند شیدائی پگھل رہے ہیں اس کی لذّت سے تمام بنی نوعِ انسان آگاہ ہو کر بے خطر اس میں کود پڑیں اور نئی زندگی سے لذّت یاب ہوں۔ یہی تڑپ ہمارے پیارے امام کو بے قرار کر رہی ہے۔ وللہ درّ القائل

؎ عاشقی صبر طلب اور تمنّا بے تاب
دِل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

اور اسی تمنّائے بے تاب کی یہ دُعا "رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ" منظر کشی کر رہی ہے کہ اے ہمارے ربّ! جو تُو نے رسولوں کی معرفت ہم سے وعدہ کیا تھا جلد پُورا فرما۔ یہ وعدہ سیاق و سباق سے دو باتوں کا ہے: (۱) جری اللہ فی حُلل الانبیاء کا نزول (۲) غلبۂ اسلام کی تقدیر۔ لیکن اِس دُعا کے مستجاب ہونے کی کلید "وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" ہے۔ یعنی اِس تقدیر کے پُورے ہونے میں "دل کا رنگ" کام آئے گا۔ قربانیاں دینی پڑیں گی۔ ایسے اعمال بجا لانے ہوں گے کہ قیامت کے روز رُسوائی کا سامنا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ سے جلد ملنے کی آرزو ہی منتہائے مقصود ہوگی۔ کیونکہ لَا تُخْزِنَا کا معنیٰ لَا تُبْعِدْنَا بھی ہے۔ کہ اپنے سے دُوری نہ عطا کرنا۔ مقامِ فنائیت کا حصول اِس وعدہ کے اِیفاء پر منتج ہوگا۔

"یَوْمَ الْقِیَامَۃ" سے مراد اگر غلبۂ اسلام لیا جائے یعنی حضرت مسیح موعود کا زمانہ، جیسا کہ "سورۃ القیامۃ" میں اس کا ذکر ہے تو اور لطیف معانی پیدا ہوتے ہیں کہ اس امام کے مخلصین میں شامل ہونے کی توفیق حاصل ہو۔ اور شرّ من تحت ادیم السّماء کے گروہ میں ہمارا شمار نہ ہو۔ اور لا تُبْعِدْنَا کے لحاظ سے غلبۂ اسلام کی تقدیر کو اپنے عہد میں پُورا ہوتے دیکھنے کی استدعا ہے۔ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ میں تہدید ہے کہ غلبۂ اسلام کی تقدیر بہر حال پُوری ہو کر رہیگی۔ اور اِس میں خوش بخت اور سعادت مند وہ وجود ہوگا جو اِس تقدیر کے پُورا کرنے میں کسی نہ کسی رنگ میں شامل ہو۔

پس اے خدّامِ احمدیت!

غلبۂ اسلام کی تقدیر کو قریب تر لانے کے لیے محنتِ شاقہ بجا لاؤ۔ قربانیوں کا معیار اتنا بلند کر دو کہ چشمِ فلک اُس کی نظیر لانے سے قاصر رہے۔ لباسِ تقویٰ کی زرہ پہن کر اسلحۂ قرآنیہ کے ساتھ گاؤں۔ گاؤں۔ قریہ۔ قریہ میں جہاد کے لیے نکلو۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر فنا ہونے کے لیے

اپنے آپ کو پیش کرو۔ اپنے جسم کے ذرہ ذرہ کو قلعۂ اسلام کی تعمیر میں رضا و رغبت پیش کرو اور
اپنے خون کی بوند بوند کا اس میں رنگ بھرنے کے لیے نذرانہ دو۔

ماہنامہ خالد ربوہ
کے
سالانہ چندہ میں اضافہ

خریداران و ایجنٹ صاحبان کی آگاہی کے لئے **اعلان** ہے کہ ماہنامہ "خالد" ربوہ چند سالوں سے خسارہ میں جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ موجودہ گرانی اور آفسٹ کتابت وطباعت وغیرہ کے اخراجات کو خالد کے سالانہ چندہ ۱۵/- روپے سالانہ سے پورا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ ہم یہ رسالہ صرف اور صرف اپنے نوجوان بھائیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے شائع کرتے ہیں۔

اس لئے کمی کسالی سے خسارے اور مالی تنگی کے باعث بھی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس رسالے کے اخراجات کو پورا کرتی رہی۔ اور اب جب اسکے اخراجات کو پورا کرنا اور موجودہ معیار کو برقرار رکھنا مشکل ہو گیا اور سالہا سال کے اخراجات کی زیادتی اور آمد کی کمی کے باعث قرض کا بوجھ بہت بڑھ گیا تو مجبوراً یہ معاملہ خدام بھائیوں کی آگاہی کے لئے اجتماع خدام الاحمدیہ ۱۹۸۲ء کے موقع پر ہونے والی شوریٰ میں بھی پیش ہوا اور اراکین شوریٰ نے بھی قیمت میں اضافے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور اب محترم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مجبوراً اسکی قیمت میں معمولی اضافہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ یعنی اب خالد کا سالانہ چندہ اٹھارہ ۱۸/- روپے اور ماہوار پرچہ کی قیمت دو روپے ۲/- مقرر فرمائی ہے ——— امید ہے خریداران و ایجنٹ صاحبان اس معمولی اضافہ کے باوجود ادارہ کے ساتھ حسب سابق تعاون جاری رکھتے ہوئے نہ صرف اسکی خریداری جاری رکھیں گے بلکہ اسکی خریداری بڑھانے کی سعی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ قائدین مجالس خدام الاحمدیہ اور قائدین اضلاع و علاقہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ تفصیل سے خالد کے چندہ کی نئی شرح کا اعلان فرما کر ممنون فرمائیں۔

(مینیجر ماہنامہ خالد۔ ربوہ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے

افتتاحی خطاب

- حضرت اقدس مسیح موعود .... کا کلام یاد کریں اور درویشوں کی طرح گاتے ہوئے قریہ قریہ پھریں۔
- اسلام کی جان محبت ہے۔ دین کی حقیقت عشق ہے۔
- تمام نوجوانوں کو میں خصوصیت کے ساتھ یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے ہرگز کسی رنگ میں بھی دل آزاری نہیں کرنی۔ آپ کے عہدِ بیعت میں یہ الفاظ داخل ہیں کہ میں کسی کا دل نہیں دکھاؤں گا۔
- ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لیے۔
- ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہی کا دامن پکڑا ہے اور اس دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس دامن کو نہیں چھوڑنا۔
- حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دامن سے دنیا کا کوئی جبر اور کوئی استبداد احمدی کا ہاتھ الگ نہیں کر سکتا۔ یہ اس قوت کے ساتھ محمد مصطفےٰ ؐ کے قدموں پہ پڑا ہوا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس ہاتھ کو جدا نہیں کر سکتی۔
- احمدیت مستقل قربانیوں کا ایک لائحہ عمل ہے اور باشعور قربانیوں کا لائحہ عمل ہے جو زندگیوں کے اندر انقلاب چاہتی ہے۔

خلافتِ رابعہ کے پہلے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے افتتاحی خطاب کا مکمل متن ←

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا :-

حال ہی میں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ توفیق عطا ہوئی کہ مسجد سپین کے تاریخی افتتاح کا اعلان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی بخشی کہ ہر جگہ اُس کے فضلوں کے بے شمار رنگ ظاہر ہوتے ہوئے دیکھے جس طرح بارش میں قطرے گرتے ہیں اس طرح ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی برسات ہوتی ہوئی دیکھی۔

اس تصور سے دل حمد سے بھر جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب دل حمد سے بھر جائے تو چھلکنے بھی لگتا ہے۔ اس کیفیت میں جب آج حضرت اقدس (۔۔۔ ناقل) کی نظم سُنی تو دل کی جو حالت ہوئی وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کوئی الفاظ نہیں جن میں اس کی کیفیت کو بیان کیا جا سکے۔

کیسی پیاری راہ حمد کی ہمارے لئے آپ نے معیّن کر دی ہے۔ انکساری اور عاجزی کی کیسی حسین شاہراہ ہمارے لئے کھول دی ہے۔ یہ وہی شاہراہِ ترقی اسلام ہے جس پہ چل کر ہمیں فتوحات نصیب ہوں گی۔ یہ وہی رستہ ہے جس رستے سے خدا ملتا ہے۔ بیشمار رحمتیں ہوں حضرت اقدس (۔۔۔ ناقل) پر کہ جنہوں نے "انانیت" کی ساری راہیں بند کر دیں اور عاجزی کی ساری راہیں کھول دیں۔ ایک ایک شعر، ایک ایک مصرع، ایک ایک لفظ سچائی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس (۔۔۔ ناقل) کا کلام ہی آپ کی سچائی کی دلیل ہے۔ کوئی سعید فطرت انسان اگر اِس کلام کو سُنے تو ممکن نہیں ہے کہ وہ اِس کلام کے کہنے والے کے حق میں اُس کی سچائی کی گواہی نہ دے۔ حیرت انگیز طور پر، پاکیزہ جذباتِ عشق میں ڈوبا ہوا یہ کلام سُن کر رُوح پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔

جب یہ کلام پڑھا جا رہا تھا تو مَیں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ احمدی نوجوان جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تبلیغ کیسے کریں؟ ہمیں دلائل یاد نہیں، ہمیں بلکہ نہیں کہ مناظرہ کر سکیں، ہمیں عربی نہیں آتی، ہمیں استدلال کا طریق معلوم نہیں، مَیں سوچ رہا تھا کہ انہیں اِس سے زیادہ اَور کس چیز کی ضرورت ہے کہ وہ حضرت اقدس (۔۔۔ ناقل) کا کلام یاد کریں اور

درویشوں کی طرح گاتے ہوئے قریہ قریہ پھریں اور اسی کلام کی منادی کریں اور دُنیا کو بتائیں کہ وہ آگیا ہے جس کے آنے کے ساتھ تمہاری نجات وابستہ ہے۔

ایسا پُر اثر کلام، ایسا پاکیزہ کلام، ایسا حکمتوں پر مبنی کلام، خدا کی حمد کے گیت گاتا ہُوا ایسا کلام جس کے متعلق بے اختیار یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت اقدس (۔۔۔ ناقل) نے یہ شعر کہا ہوگا تو یقیناً اور لازماً آسمان پر ملائکہ بھی آپ کے ہم آواز ہو کر یہ شعر گا رہے ہوں گے اور وہ ساری حمد آپ کے پیچھے پڑھ رہے ہوں گے جو خدا کی حمد میں آپ نے اظہارِ محبّت اور عشق کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی جان محبّت ہے۔ دین کی حقیقت عشق ہے۔ وہ دین جو محبّت اور عشق سے عاری ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ نہ وہ زندہ رہنے کے لائق ہے، نہ وہ زندہ رکھنے کے قابل ہے۔ رُوح ہے زندگی کی اور ادیان کا فلسفہ اس بات میں مضمر ہے کہ خدا سے محبّت کی جائے اور ایسی محبّت کی جائے کہ دُنیا کی ہر چیز پر وہ محبّت غالب آجائے۔ کوئی وجود اُس سے زیادہ پیارا نہ رہے۔ کوئی ساتھی اُس سے زیادہ عزیز تر نہ ہو۔ یہ محبّت جب زندگی کے ہر دوسرے جذبے پر غالب آجاتی ہے تو اُس وقت وہ لوگ پیدا ہوتے ہیں جنہیں خدا نما وجود کہا جاتا ہے۔ یہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جس سے دُنیا کے قلوب فتح کئے جائیں گے۔ یہی وہ ہتھیار ہے جس نے بہرحال غالب آنا ہے۔

چنانچہ جب مَیں سپین گیا تو اُن لوگوں کے دل میں بھی کئی قسم کے توہّمات تھے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید ہمیں MOORS کی طرح جنہوں نے پہلے فتح کیا تھا، دوبارہ کسی قوّت کے زور سے، کسی ہوشیاری سے، کوئی سکیم بنا کر فتح کرنے کے ارادے ہیں۔ اسی لئے مَیں نے اپنے پیغام میں اس بات کو خوب کھول دیا اور واضح کر دیا کہ محبّت کے سوا ہم اَور کوئی پیغام لے کے نہیں آئے۔ ایک موقع پر ایک پریس کے نمائندے نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ آخر کیا کرنے آئے ہیں؟ اس مقصد کو واضح تو کریں۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ ہم یہ کرنے آئے ہیں کہ تلوار نے جس مُلک کو مسلمانوں سے چھینا تھا، محبّت سے ہم اس مُلک کو دوبارہ فتح کر لیں۔ اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔

اور یہ پیغام ایسا ہے جس پیغام کا مقابلہ دُنیا میں کسی طاقت کے بس کی بات نہیں۔ جب سے انسان دُنیا میں پیدا ہُوا ہے، مذاہب کی تاریخ پر آپ نظر ڈالیں، محبّت ہمیشہ جیتی ہے اور نفرت ہمیشہ ہاری ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ اِس اٹل تقدیر کو دُنیا کی کوئی قوم بدل سکے۔

اِس لیئے خدام احمدیت بھی محبانِ احمدیت ہونے چاہئیں، عاشقانِ احمدیت ہونے چاہئیں۔ ان کے دل میں ولولے ہوں پیار اور محبت اور عشق کے۔ کیونکہ اس کے سوا ہمارے پاس اَور کوئی طاقت نہیں اور اس کے سوا ہم دُنیا کو فتح کرنے کا کوئی اَور ذریعہ اپنے ہاتھ میں نہیں پاتے۔

ایک موقع پر بریڈفورڈ (انگلستان) میں ایک اخباری نمائندے نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ وہ اسی نوعیت کا سوال تھا خصوصاً اس پہلو سے اُس نے اپنی مطلب براری چاہی کہ آپ محبت کا پیغام تو دیتے ہیں مگر آپ یہ بتائیں کہ جن لوگوں نے آپ پر مظالم کیئے ہیں اور شدید مظالم کیئے ہیں اُن کے لیئے آپ کا کیا پیغام ہے؟ مَیں نے اُن کو بتایا کہ اُن کے لیئے بھی ہمارے دل میں سوائے پیار اور محبت اور رحمت کے اَور کوئی جذبہ نہیں۔ جب مَیں یہ کہہ رہا تھا تو اُس وقت مجھے ایک پُرانی رؤیا یاد آئی جس میں بعینہٖ یہی مضمون بیان کیا گیا تھا لیکن فی الحال اِس وقت مَیں اُس کو آپ کے سامنے بیان نہیں کروں گا۔ مَیں نے وہ رؤیا جب اُس کے سامنے بیان کی تو اُس کے چہرے پر اطمینان ظاہر ہوُا اور بے اختیار سارے تردّد اور شک کے بادل چھٹ گئے اور پُوری طرح مطمئن ہو کر اُس نے پھر مزید باتیں دریافت کیں اور رنگ بدل گیا اور شک کی بجائے اُس کی آنکھوں میں بھی مَیں نے محبت کے آثار دیکھے۔

تو حقیقت یہ ہے کہ محبت ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے مقابل پر دُنیا نے کبھی کوئی ہتھیار نہ ایجاد کیا ہے، نہ کر سکتی ہے۔ اس نے لازماً فتحیاب ہونا ہے۔

اس لیئے ہم جو آج نفرتوں کی آندھیوں میں گھرے ہوئے ہیں، ہم جو آج ایسی کمزور حالت میں اپنے آپ کو پاتے ہیں کہ جو قدم ہم اُٹھائیں وہ بغض اور نفرت پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ جو نیکی ہم کریں وہ فتنہ و فساد شمار کی جاتی ہے۔ جو خدمتِ اسلام کے لیئے ہم اقدام کریں اُسے انتہائی حسد اور بغض کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اِس ساری صورتِ حال کا علاج بھی یہی ایک لفظ "محبت" ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا نے ہمیشہ محبتوں سے نفرتوں پر فتح پائی ہے۔ اسے جتنی مرتبہ بھی مَیں بیان کروں کم ہے۔

مَیں یہ بات خاص طور پر اس لیئے آج آپ کے سامنے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مسجد سپین کا یہ بابرکت اقدام جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی محض اپنے فضل کیساتھ اس نے بھی بعض دلوں میں بغض اور نفرت پیدا کر دیئے حیرت انگیز بات ہے۔ انسان بظاہر سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک نیک کام کے نتیجے میں نفرت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ رشک تو پیدا ہو سکتا ہے، یہ افسوس اور حسرت تو پیدا ہو سکتے ہیں کہ کاش! ہم یہ کام کرتے لیکن نیک کام کے نتیجے میں نفرت پیدا ہونا عقلِ انسانی کے خلاف ایک مظاہرہ ہے۔ یہ واقعات بھی ہم سے گزر رہے ہیں اور خطرہ ہے کہ نوجوان جو اپنے اندر گرم خون رکھتے ہیں وہ کسی وقت بے اختیار ہو جائیں اور ان منافرانہ جذبات سے مغلوب

ہو کہ وہ بھی کوئی ایسا کلمہ دل سے نکال دیں جو اپنے اندر تلخی رکھتا ہو۔ اس لئے تمام نوجوانوں کو میں خصوصیت کے ساتھ یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے ہرگز کسی رنگ میں بھی دلآزاری نہیں کرنی۔ آپ کے عہدِ بیعت میں یہ الفاظ داخل ہیں کہ میں کسی کا دل نہیں دُکھاؤں گا۔ اس لئے کسی نوع کی بھی دلآزاری ہمارے احمدی خدام کی طرف سے ظاہر نہیں ہونی چاہیئے۔ جو بُری بات کہتا ہے، جو تلخ بات کہتا ہے، جو نفرت کی نگاہ سے آپ کو دیکھتا ہے اُس کے سامنے عجز کا اظہار کیجئے، رگر جائیے، بیچھے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کیجئے، معافی مانگئے۔ اُس سے کہیں کہ ہمارا مقصد ہرگز دلآزاری نہیں تھا۔

یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ مُلک کی فضا مختلف عوامل کی وجہ سے خراب ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے، ہم بہرحال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے۔ (نعرے) اس لئے کسی رنگ میں بھی احمدی نوجوان کو کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا جس کے نتیجے میں وطن کے سکون اور امن کی فضا کسی رنگ میں بھی خراب ہو۔ وہ تیر چلاتے ہیں تو آپ تیر چلنے دیں۔ کیونکہ وہ تیر آپ کی طرف نہیں بلکہ آپ کے دین کی طرف چلایا جارہا ہے۔ تیر آپ کی طرف نہیں بلکہ اُس خدا کی طرف چلایا جارہا ہے جس خدا کے آپ بندے ہیں۔ اس لئے ان تیروں کا نگہبان ہمارا خدا ہوگا ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ (نعرے) ہمارا فیصلہ آسمان کے دربار میں ہے۔ ہمارا فیصلہ آسمانی دربار میں ہے اور خدا جو خَیْرُ الْفٰتِحِیْن ہے وہی یہ فیصلہ کرے گا کہ آج کی دُنیا میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا کس کا کردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے غلاموں کا سا کردار تھا اور کس کا کردار محمد مصطفےٰؐ کے دشمنوں کا سا کردار تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ ہم اپنے ربّ کے سپرد کر چکے ہیں۔ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کے بعد ہم پر کیا گزرتی ہے۔ ہم اپنے ربّ کے حوالے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ نِعْمَ الْمَوْلٰی اور نِعْمَ الْوَکِیْل ہے۔ اُس سے بہتر نہ کوئی مولا، نہ کوئی آقا ہے۔ نہ اُس سے بہتر ہمارا کوئی نگران اور متولّی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور پکڑا کر اس بات سے کلیّۃً بے نیاز ہو جائیں کہ آپ پر کیا گزرتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بڑے ہی پیارے رنگ میں ایسے ہی درد کے موقعوں پر نصیحتیں فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

تم دیکھو گے کہ انہیں میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

اس لئے یہ پیغام ہے آپ کو۔ اس کو ہرگز نہ بھلائیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات سے غافل نہ ہوں کہ ہم نے اپنا کوئی انتقام نہیں لینا۔ نہ بددعا کرنی ہے کیونکہ یہ بھی انتقام کا ایک ذریعہ ہے۔ سوائے خیر کی دعا کے ہمارے منہ سے کوئی کلمہ بھی قوم کے لئے نہیں نکلنا چاہیئے۔ وہ جس حد تک زیادتی کرتے ہیں کرتے چلے جائیں، اُن کا جو پیمانہ ہے زیادتی کا وہ بھرنے دیں اور چھلکنے دیں لیکن جہاں تک ہماری ذات کا تعلق ہے ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہی کا دامن پکڑا ہے اور اس دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا ہے ایک لمحہ کے لئے بھی اس دامن کو نہیں چھوڑنا۔

وہ دامن ہم سے کیا تقاضے کرتا ہے؟ وہ دامن ہمیں طائف کی یاد دلاتا ہے کیسی حسین یاد ہے کیسی پیاری یاد ہے ہر چند کہ درد سے بھری ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک غلام کو لے کر مکہ سے مایوس ہو کر طائف کی بستی میں چلے جاتے ہیں۔ وہ ایک پہاڑی علاقہ ہے، پتھریلا، سنگلاخ لیکن جتنی وہ زمین سنگلاخ تھی اُس سے زیادہ اُن لوگوں کے دل سنگلاخ تھے جو وہاں بسا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم صرف امن کا پیغام لے کر گئے تھے، رحمت اور محبت کا پیغام لے کر گئے تھے، کوئی دلآزاری کی بات آپؐ نے نہیں کی۔ اُن کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف آپؐ نے بلایا اور اس کے جواب میں آپؐ کو گالیاں دی گئیں، آپؐ پر پتھر برسائے گئے۔ گلیوں کے اوباش اور لونڈے جھولیوں میں پتھر ڈال کر اس حال میں آپؐ کو وداع کہنے گئے کہ سر سے پاؤں تک آپؐ کا بدن لہولہان ہو چکا تھا۔ آپؐ کے جوتے خون سے بھر گئے تھے اور اس پھسلن کی وجہ سے چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کامل وقار کے ساتھ، کسی جلدی میں نہیں، بلکہ نہایت متانت کے ساتھ قدم اُٹھاتے ہوئے، اس بستی کو دعائیں دیتے ہوئے اس حال میں باہر نکلے۔ باہر نکلے، ایک تاکستان تھا اُس کے کنارے آپؐ سستانے کے لئے بیٹھ گئے۔ دل کی عجیب کیفیت تھی۔ غم و الم سے گداز دل تھا۔ ایسی حالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر آسمان سے وہ فرشتہ نازل ہوا جو مَلَکُ الْجِبَال تھا۔ یعنی وہ فرشتہ جسے پہاڑوں پر قدرت دی گئی تھی۔ اُس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! خدا آج بڑا غضبناک ہے۔ آپ کے ساتھ اس بستی نے آج جو ظلم کا سلوک کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ ایسا غضبناک ہے کہ اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر آج محمد مصطفےٰؐ چاہیں تو دو پہاڑوں کو جو بستی کے دائیں اور بائیں ہیں اس طرح ملا دو کہ ہمیشہ کے لئے اس بستی کا نام و نشان مٹ جائے۔ وہ ولی جس کے زخم ابھی تازہ تھے، جس کا خون ابھی بدن سے رِس رہا تھا، ابھی وہ خشک نہیں ہوا تھا، جب زخم

تازہ ہوں وہ وقت ہوتا ہے انتقام کا، جب تازہ تازہ صدمہ پہنچا ہو وہ وقت ہوتا ہے بے صبری دکھاتے کا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم پر ہماری جان، ہمارے مال، ہمارے ماں باپ، ہمارا سب کچھ فدا ہو، اس دُکھ کی انتہائی حالت میں جب اللہ نے اپنی طرف سے، بغیر کسی بد دُعا کے، اس قوم کو مٹانے کا فیصلہ فرمایا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ عرض کی کہ اے خدا! مَیں تو رحمت ہوں۔ مجھے تو بنی نوع انسان سے کوئی دشمنی نہیں، جو دُکھ ہے وہ اپنی جان پر لوں گا۔ یہ آپؐ کی کیفیت تھی۔ عرض یہ کیا:۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

(نور الیقین فی سیرۃ سیّد المرسلین مؤلفہ محمد حضری بک ص۶۷)

کہ اے میرے ربّ! میری التجا صرف یہ ہے کہ میری قوم کو ہدایت دے دے کیونکہ لاعلمی میں یہ سلوک کر رہے ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں کہ کائنات کے مالک کا واحد نمائندہ آج ان کے پاس آیا ہوا ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ وہ آیا تھا جس کی خاطر دُنیا کو بنایا گیا تھا۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (موضوعات کبیر ص۵۹) کے فلسفہ اور حقیقت سے یہ لوگ ناآشنا ہیں۔ کچھ پتہ نہیں کہ کس سے کیا سلوک کر رہے ہیں؟ اس لئے اے میرے اللہ! جاہلیت کی باتیں ہیں تُو ان کو معاف فرما۔ معاف ہی نہ فرما بلکہ ان کو ہدایت نصیب فرما دے اور ان کی نسلوں سے عبادت گذار بندے پیدا فرما۔

دیکھئے! دُکھے ہوئے دل کی دُعا اور محمد مصطفےٰؐ کے دُکھے ہوئے دل کی دُعا کیا رنگ لاتی ہے؟ چند سال کا عرصہ نہیں گزرتا کہ طائف کی ساری بستی مسلمان ہو جاتی ہے۔ وہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کا خون بہانے والے تھے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام کی خاطر بہانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور پھر بھی وہ حسرتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ وہ یاد حسرت بن کر دل میں کسکتی رہتی ہے کہ کیوں ہم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم سے یہ سلوک کیا؟ بڑی بڑی قربانیاں دیں ان لوگوں نے بعد میں۔ اسلام کی خاطر بے محابا اپنے خون بہائے ہیں لیکن وہ دھبّہ پھر نہ مٹ سکا جو ظلم کا دھبّہ تھا۔ اور قیامت تک طائف کے نام کے ساتھ اس ایک ظلم کی یاد وابستہ رہے گی جو ہزار ظلموں پر بھاری تھا۔

بس یہ ہیں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم۔ اے خدا! جب تک کائنات باقی ہے اور اس کے بعد بھی، ہمیشہ ہمیش بے شمار درود اس رحمۃٌ للعالمین پر بھیجتا رہ۔ بے شمار برکتیں آپؐ پر نازل فرماتا رہ۔ اپنے دُکھ ہم برداشت کریں گے تیری خاطر اور تیرے اس محبوبؐ کی خاطر جو ہمارا آقا ہے۔

اے اللہ! تو اس قوم پر رحم فرما یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ ہم تو سوائے ان کی بھلائی کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ ان کے لئے رحمت کی دعاؤں کے سوا ہمارے قبضے میں کچھ نہیں ہے۔ ان کے ظلم کے نتیجے میں ہم سوائے اس کے کہ مغفرت کی دعائیں کریں اور کچھ نہیں چاہتے۔ تو ان کو ہدایت دیدے۔

صرف یہی نہیں بلکہ حضرت اقدس ...... کے اس شعر کو یاد کرتے ہوئے اپنے دل میں درد پیدا کر کے دعائیں کریں کہ ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعوئ حُبِ پیمبرم

حضرت اقدس (... ناقل) کو جب تکلیفیں پہنچائی گئیں اور انتہا کر دی گئی ایذا رسانی کی اور دکھ پہنچانے کی۔ ہر قسم کی، ہر نوعیت کی جذباتی جسمانی جو تکلیف بھی دشمن نے سوچی وہ آپ کو پہنچانے میں کمی نہ کی، اس وقت اسی انتہائی دکھے ہوئے حال میں، معلوم ہوتا ہے، آپ نے یہ شعر کہا ہے۔ دل جب دکھ سے بھر گیا تھا، جب چھلکنے کو تیار تھا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت جب انسان کے منہ سے بے اختیار بددعا نکل جاتی ہے، اس وقت ایک غالب ہاتھ نے ان جذبات کو روک دیا ہے اور آپ نے اپنے رب کے حضور یہ عرض کیا اور اپنے دل کو نصیحت کی کہ ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعوئ حُبِ پیمبرم

کہ یہ تو خیال کر کہ جس آقا کی محبت میں تو سرشار ہے، جس کے لئے تو سب کچھ فدا کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے اسی آقا کی محبت کا دعویٰ کرنے والی قوم ہے۔ اس آقا کی محبت کے صدقے ان کو معاف کر دے۔ اس آقا کی رحمت کے صدقے ان سے حسنِ سلوک فرما اور اس کے سوا ان کے لئے کسی بری بات کو کسی گوشہ میں جگہ دینے کا دھیان نہ کر کیونکہ تو محمد مصطفیٰ کے قدموں کا نثار دل ہے جس میں رحمت کے سوا اور کوئی جذبہ نہیں پنپنا چاہیئے۔

یہ وہ نصیحت ہے جو حضرت اقدس (... ناقل) نے اپنے دل کو کی اور اس کے نتیجے میں ایک دعا آپ کے دل سے نکلی۔ اس دعا کو ہر احمدی کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ دو مختلف، متضاد دعویداران محبت آج دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں:۔

ایک وہ ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے، اس محبت کے نتیجے میں، اپنی دانست میں اتنا بڑھے ہوئے ہیں کہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لے۔ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نام کو بلند کرتے ہوئے کوئی انسان دنیا میں مساجد بنائے۔ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لئے تمام دنیا میں کوئی انسان

دیوانوں کی طرح پھرتا چلا جائے اور سب کچھ نثار کرتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صداقت کا اعلان کرتا رہے ـــــ یہ عجیب محبت ہے، عجیب تقاضے ہیں اس محبت کے ـــــ ہمیں تو اس محبت کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔ ہم تو اس محبت سے کلیۃً ناآشنا ہیں۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اگر کسی سے محبت ہو تو دشمن بھی اُس کی تعریف کرے تو دل اُس دشمن پہ فدا ہونے لگتا ہے۔ ہم تو صرف اس محبت سے واقف ہیں کہ اگر معاند سے معاند انسان بھی کسی محبوب کی تعریف کرنے لگ جائے تو دل اُس پر نچھاور ہونے لگتا ہے اور اُسے معاف کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ جب کوئی ماؤں سے معافی مانگنا چاہے تو بچوں پر نثار ہوا کرتا ہے۔ اُن بچوں کو دعائیں دیتے ہیں فقیر۔ جانتے ہیں کہ ماں بچے سے سچی محبت کرتی ہے۔ اگر ہم نے اس کے بچے سے پیار کا اظہار کیا تو ماں کی منافرت پر ہماری یہ بچوں والی محبت غالب آ جائے گی۔ کیونکہ ماں حقیقتاً اپنے بچے سے سچا پیار کرتی ہے۔ جو سچا پیار کرنے والا ہو وہ دوسرے کے پیار سے جلتا نہیں ہے۔ دوسرے کے پیار سے دشمنی محسوس نہیں کرتا۔ دوسرے کے پیار کے نتیجے میں اپنی دشمنیاں بھلا دیا کرتا ہے پس ہم تو صرف اس محبت سے آشنا ہیں۔

اس لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے اگر ہمیں سچی محبت ہے، اگر سچا پیار ہے تو اس کے نتیجے میں ہماری تو یہ کیفیت ہے کہ ؎

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ
ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے

وہ اس بات پہ نالاں ہیں، اس بات پہ شکوہ کر رہے ہیں، ناراض ہیں ہم سے، معاف کرنے کے لئے تیار نہیں، کہتے ہیں قتل کر دو ان کو کہ محمد مصطفےٰؐ کا نام محبت سے لے رہے ہیں۔ اس پیار پر ان کو غصہ آ رہا ہے کہ خدا کی خاطر یہ لوگ مسجدیں بنا رہے ہیں۔ اپنے دل کی کیفیت یہ ہے کہ ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے۔ اس غصے کو ہم پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ بیچارے جاہل لوگ، ناسمجھ، نافہم بظاہر جو کچھ بھی غلط کر رہے ہوں، دل میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خاطر یہ کیا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں ان پہ پیار آتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت اقدس (۔۔۔ ناقل) کا وہ شعر یاد آ جاتا ہے کہ ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حبّ پیمبرم

کہ اے میرے دل! بڑے ظلم ہوتے ہیں تجھ پہ، لیکن یہ بھی تو خیال کر کہ آخر میرے ہی محبوب محمدؐ کی محبت کے دعویدار ہیں یہ۔ اسی محمدؐ کی محبت کا دم بھر رہے ہیں یہ۔ اس لئے جو ظلم مجھ پر کرتے ہیں کر گزریں میں ان کو معاف کرتا چلا جاؤں گا۔

یہ تعلیم ہے احمدیت کی۔ اسی تعلیم پر ہم نے بہرحال قائم رہنا ہے۔ اس محبت کے اعلان میں جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت کا اعلان ہے، ہمیں اس بات کی کوئی بھی پرواہ نہیں کہ ہم پر دُنیا کیا ظلم توڑتی ہے اور کیا کیا گزرتی ہے۔ ہم وفادار رہیں گے اس محبت سے۔ قائم رہیں گے اس محبت پر۔ دائم اور ہمیشہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دامن سے چمٹے رہیں گے۔ کیونکہ یہ وہ محبوب ہے جس کی محبت کے بعد پھر دُنیا کی کوئی پرواہ باقی نہیں رہتی۔ مستغنی ہو جاتا ہے انسان اس بات سے کہ دُنیا کیا سلوک کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اس محبت کے تقاضے پورے کرنے کی۔ یہ تقاضے بہت وسیع ہیں۔ یہ محض کوئی جذبات کا کھیل نہیں ہے۔ جہاں تک قربانیوں کا تعلق ہے میں جانتا ہوں اور پہلے بھی بارہا تاریخ اس بات کو آزما چکی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دامن سے دُنیا کا کوئی جبر اور کوئی استبداد احمدی کا ہاتھ الگ نہیں کر سکتا۔ یہ اس قوت کے ساتھ محمد مصطفےٰ کے قدموں پر پڑا ہوا ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت اس ہاتھ کو جُدا نہیں کر سکتی۔ لیکن جہاں تک مستقل قربانیوں کا تعلق ہے، مثبت رنگ کی قربانیوں کا تعلق ہے وہ ایک بالکل الگ مضمون ہے محبت کے تقاضے وہاں بدل جاتے ہیں۔ وہاں انسان کو روز بروز اپنی زندگی میں تبدیلیاں پیدا کرنی پڑتی ہیں۔ وہ بہت مشکل مقام ہے۔ اس اوّل مقام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ ہمیشہ سے قائم ہے اور اس دوسرے مقام پر بھی بڑی شان کے ساتھ قائم رہی ہے۔ لیکن جہاں تک محبت کے دوسرے تقاضوں کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ کچھ کمزوریاں ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہیں۔

محبت کے یہ تقاضے نماز کی طرف آپ کو بلاتے ہیں محبت کے یہ تقاضے عبادت کا حق ادا کرنے کی طرف آپ کو بلاتے ہیں۔ محبت کے یہ تقاضے اس رنگ میں تبلیغ کی طرف آپ کو بلاتے ہیں جس رنگ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تبلیغ فرمائی۔ دن اور رات اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین پر، اس کے پیغام پر فدا کرنے کی طرف آپ کو بلاتے ہیں۔ یہ ایسے تقاضے نہیں ہیں جو جذبات کے ایک ہنگامے میں انسان اپنی جان قربان کر دیا کرتا ہے۔ اپنے جذبات سے اتنا مغلوب ہو جاتا ہے بسا اوقات کہ ایک لمحہ کی وہ قربانی اُس کو کوئی دُکھ نہیں دیتی لیکن وہ قربانیاں اصل آزمائش ہیں محبت کی، جو لمبا عرصہ مستقل، زندگی کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں۔ ہر ہر لمحہ انسان سے مطالبے کرتی ہیں اور تقاضے کرتی ہیں۔ یہ واقفین زندگی کی قربانیاں ہیں۔ یہ ان کی قربانیاں ہیں جو فیصلہ کر لیتے ہیں کہ آج کے بعد ہمارا کچھ نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ دینِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ہو چکا ہے۔ وہ اللہ کے حضور ہم پیش کر چکے ہیں۔

ان قربانیوں کے تقاضے جو اصل محبت کی کسوٹی ہے وہ بہت لمبے ہیں۔ اس وقت میں اُن کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ وقت آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ، وقتاً فوقتاً میں آپ کے سامنے وہ تقاضے رکھتا رہوں گا۔

میں آج صرف اتنا کہتا ہوں کہ محبت کوئی محض جذبات کا کھیل نہیں ہے۔ یعنی مومن کے لئے محبت کوئی جذبات کا کھیل نہیں ہے۔ مومن کے لئے محبت ایک لمبی زندگی، قربانیوں کی زندگی کا تقاضا کر رہی ہے جو ہمیشہ، ہر حال میں، ہر ہر سانس میں، ہر ہر لمحہ اس بات کا ثبوت پیش کر رہی ہوں کہ ہم سچے عاشق ہیں۔ یہ کیسے ثابت ہو؟ کس طرح ہمیں معلوم ہو کہ سچا عاشق کون ہوتا ہے؟ ان امور سے متعلق میں آئندہ انشاء اللہ کسی وقت آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ اس وقت ذہنی طور پر آپ کو میں تیار کرنا چاہتا ہوں۔

احمدی نوجوان اس غلط فہمی کو دل سے نکال دے کہ احمدیت صرف وقتی جوش کی قربانیوں کا نام ہے۔ احمدی نوجوان اس بات کا خیال ہمیشہ کے لیئے دل سے نکال دے کہ احمدیت صرف نعروں کی طرف بلاتی ہے اور ہنگاموں کی طرف بلاتی ہے ـــــ احمدیت ان دونوں میں سے کسی چیز کا نام نہیں۔ احمدیت مستقل قربانیوں کا ایک لائحہ عمل ہے اور باشعور قربانیوں کا لائحہ عمل ہے جو زندگیوں کے اندر انقلاب چاہتی ہیں۔ جب تک احمدی وہ انقلاب اپنی زندگی میں پیدا نہیں کرتا، وہ آگے انقلاب پیدا کرنے کا اہل ہی نہیں۔ یہ وہ راز ہے جس کو سمجھے بغیر آپ کامیاب مبلغ نہیں بن سکتے۔ اس کے لئے آپ تیار ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ عہدِ بیعت کے سارے تقاضے پورے کریں اور اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ میرے نازک اور کمزور کندھوں پر جو ذمہ داری خود اُس نے ڈالی وہ خود اس بوجھ کو اٹھائے کیونکہ میں اپنے اندر کوئی طاقت نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ آپ کے حقوق ادا کروں اور آپ کے لیئے دن رات دعائیں کروں۔ آپ کو زندہ کرنے میں اپنی زندگی پیش کر دوں تاکہ آپ زندہ ہوں تو اسلام زندہ ہو۔ اسلام زندہ ہو تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا نام ہمیشہ کے لیئے ساری دنیا میں زندہ رہے گا اور پھر کوئی اس نام کو مٹا نہیں سکے گا۔"

اس کے بعد حضور نے پُرسوز دعا کرائی اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہہ کر واپس تشریف لے گئے۔

"الصّلوٰۃ معراج المؤمن"

درس حدیث محترم مولانا غلام باری صاحب سیف، برموقعہ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۸۲ء

اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کے عظیم مفسّر امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے۔ الصّلوٰۃ معراج المؤمن کہ نماز مومن کی ترقی کا زینہ ہے (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۶) اس حدیث کو آپ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے ضمن میں لائے۔ اور معراج کا مفہوم آپ نے نمازی کا منعم علیہم میں شامل ہونا، اس کے لئے جنّت کے آٹھ دروازوں کا کھل جانا اور الٰہی معارف کا نصیب ہو جانا مراد لیا۔

اس حدیث کے ذکر کے بعد اُنہوں نے باب باندھا اِنّ الصّلوٰۃ معراج العارفین کہ نماز عارفوں کی ترقی کا سبب ہے۔ یہاں الصّلوٰۃ کا آل اس امر پر دالّ ہے کہ رسمی نماز مراد نہیں حقیقی نماز مراد ہے۔ وہ نماز مراد ہے جس کا ذکر اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ میں ہے۔ اور المؤمن کا لفظ یہ دلالت کرتا ہے کہ ہر مصلّی اور مسلمان کی نماز کا نتیجہ یہ نہیں ہوتا۔ یہاں صاحبِ ایمان اور عارف باللہ کی نماز مراد ہے۔ یہاں وہ نماز مراد ہے جو حضورِ قلب اور گداز سے ادا کی جائے۔ یہاں وہ نماز مراد ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی و نفوس العالمین نے اشارہ کیا ہے۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب جامع الصغیر میں یہ حدیث لائے ہیں۔

صلّ صلوٰۃ مودّعٍ کانّک تراہ
فان کنت لا تراہ فانّہ یراک

(جامع الصغیر جلد ۱ حرف الصاد)

کہ تُو اِس طرح نماز پڑھ کہ گویا یہ تیری الوداعی نماز ہے۔ گویا تُو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تُو اُسے نہیں دیکھتا تو یہ کیفیت تو ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

الوداع ہونے والے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ نہ جانے پھر لوٹ کر آنا نصیب ہوگا یا نہیں اس لیئے نظر بھر کر دیکھ لوں، جی بھر کر بات کر لوں۔ ایک عرب شاعر اپنی محبوب وادی سے رخصت ہوتے ہوئے کہتا ہے ؎

تمتّع من شمیم عرار نجد
فما بعد العشیّۃ من عرار

نجد کی عطر بیز عرار وادی سے لطف اندوز ہو لے۔ کہ آج کے بعد پھر عرار وادی میں شام نصیب نہ ہوگی۔

نماز پانچ ارکانِ اسلام میں سے ایک بُنیادی رُکن ہے۔ (بخاری کتاب الایمان)

جبرائیل امین کے اِس سوال کے جواب میں کہ اسلام کیا ہے؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا کہ تُو خدا کی عبادت کر اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ اِسی موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جبرائیل کے سوالات کی غرض تمہیں دین سکھانا تھا۔ (بخاری کتاب الایمان)

نماز کی اہمیت اور فرضیت کا اندازہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس قول سے کیجئے۔ انّ العھد الّذی بیننا و بینھم الصّلوٰۃ فمن ترکھا فقد کفر۔ کہ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مابہ الامتیاز نماز ہے۔ جو اِس کو چھوڑتا ہے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث تو کئی طرق سے لائے اور قریب قریب سبھی کتب حدیث میں یہ حدیث آئی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصّلوٰۃ فی اوّل وقتھا۔ نماز جب وہ اوّل وقت میں ادا کی جائے۔ یہ ہرگز پسندیدہ امر نہیں کہ انسان بیٹھا انتظار کرتا رہے اور جب آخری وقت آ جائے تو جلد جلد سجدے کرے جیسے کہ مُرغ دانے چگتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ساری عمر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری وقت میں نماز ادا کرتے نہیں دیکھا۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اُمّت جب تک اوّل وقت میں نماز ادا کرے گی وہ خیر سے رہے گی۔ (مستدرک کتاب الصّلوٰۃ باب لا یزال امّتی بخیر مالم یؤخّروا المغرب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو نہر سے تشبیہ دی۔ ایک روز آپ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ بتاؤ اگر کسی شخص کے گھر کے دروازہ پر نہر جاری ہو اور وہ پانچ وقت اس میں غسل کرے تو کیا جسم پر کوئی مَیل باقی رہ جائیگی۔ صحابہؓ نے عرض کی پانچ وقت غسل کرنے والے کے جسم پر مَیل کیسے رہ سکتی ہے۔ فرمایا پھر نماز کی یہی مثال ہے۔ اگر حضورِ قلب سے پانچ وقت خدا کے حضور کھڑے ہو تو دل پر کوئی مَیل باقی نہ رہے گی۔ ساری خطائیں دُھل جائیں گی۔ (بخاری باب الصلوٰۃ الخمس کفّارۃ)۔ دروازہ پر اِس لئے کہا کہ اِس نہر کی تلاش میں پہاڑوں کو کھودنا نہیں پڑے گا صحراؤں اور وادیوں میں بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ ساقی کوثر، منبع جود وسخا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کے دروازے پر یہ نہرِ حیاۃ جاری کر دی ہے۔ اُٹھو اور اِس میں غوطہ زن ہو جاؤ اور رُوح کی ہر آلودگی کو دُور کر لو۔ تم بیمار ہو کھڑے نہیں ہو سکتے، وضو کے لئے پانی تک رسائی نہیں تو دیکھو نہر تمہارے دروازے سے بھی اندر بہہ رہی ہے۔ اُٹھو اور اِس میں غسل کر کے اپنے گناہ دھو لو۔

نماز کفّارہ ہے دن بھر میں انسان کئی غفلتیں

کرتا ہے، گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اُس کی زبان
کبھی زیاں بنتی ہے تو کبھی فکر کی ریل پٹڑی سے اُتر
جاتی ہے۔ وہ باہر نہ بھی جائے تو کبھی گھر والوں کے
حقوق کی ادائیگی نہ کرکے وہ جُرم کا مرتکب ہو جاتا ہے۔
ان سب امور کا کفّارہ یہ بھی ہے کہ خدا سے اپنے گناہوں
کی معافی مانگتا رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہُ
ابی و امّی فرماتے ہیں:۔

فتنة الرّجل فی اھلہ ومالہ
وولدہ تکفّرھا الصّلوٰة و
الصّوم والصدقة۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰة)

کہ آدمی کو اگر اہل وعیال، مال اور اولاد کا
کوئی ابتلاء درپیش ہو، کوئی اِس بارہ میں کوتاہی
ہوگئی ہو تو اس کا کفّارہ نماز، روزہ اور صدقہ
ہے۔ گھر کے راز دوسروں کے سامنے اُگلنے کی ضرورت
نہیں۔ شماتتِ اعداء ہوگی۔ اُس ستّار سے معاملہ
ٹھیک کر لیجیے۔ اُس کے ہاں عجز و نیاز سے تلافی مافات
ہو جائے گی۔

خدا کو مسجد محبوب ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ا۔

احبّ البلاد الی اللہ تعالیٰ
مساجدھا و ابغض البلاد
الی اللہ اسواقھا۔ (مسلم باب فضل
الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح و فضل المساجد)

کہ اللہ تعالیٰ کو شہروں میں سب سے محبوب
اس کی مساجد ہیں اور سب سے مبغوض
اس کے بازار ہیں۔

ہم دکانوں پر بیٹھے بے فائدہ گپیں ہانکتے ہیں،
بازار کی خرافات اور ہاؤ ہُو سُنتے ہیں اور وقت
ضائع کرتے ہیں۔ ہم کیوں خدا کی رحمت کے مزے
مسجد میں جا کر نہیں لُوٹتے۔ حدیث میں ہے کہ مساجد
اللہ تعالیٰ کے باغات ہیں۔ وہاں جا کر پھل پھول
چُنو یعنی ذکرِ الٰہی کرو۔ ایک اور حدیث حضرت
ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں، کہ
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی
شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں وقت گزارتا ہے
تو جب تک وہ وہاں بیٹھتا ہے

تدعو لہ الملائکة اللّٰھمّ
اغفرلہ اللّٰھمّ ارحمہُ۔

(مسلم باب فضل الصلوٰة المکتوبة
فی جماعة و انتظار الصّلوٰة و
کثرة الخطاء الی المساجد و
فضل المشی الیھا۔)

فرشتے خدا تعالیٰ سے اس کیلئے التجا کرتے ہیں
اے اللہ! اِسے بخش دے، مغفرت
کی چادر میں اسے ڈھانپ لے۔ اِس
پر رحم کر دے یا ارحم الراحمین!۔

نوجوانو! قیامت کی گھڑی بڑی پُرہول ہے۔
مفسّرین اور محدّثین لکھتے ہیں جب سورۂ حج کی یہ

آیات نازل ہوئیں :-

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (الحج آیت ۳)

جب وہ وقت آئے گا تم دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی عورت جس کو دودھ پلا رہی ہو گی اُس کو بھول جائے گی، حاملہ کا حمل ساقط ہو جائیگا اور تم دیکھو گے کہ لوگ بیہوشوں کی طرح ہیں حالانکہ وہ بیہوش نہیں لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

لکھا ہے کہ صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے رنگ زرد ہو گئے اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

زرارہ بن اوفی قاضی بصرہ نے صبح کی نماز میں سورۃ مدثر کی یہ آیات تلاوت کیں :-

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝

(المدثر آیت ۹ و ۱۰)

کہ جب بگل میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن بہت سخت دن ہو گا۔

وہ بے ہوش ہو کر گر گئے اور رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت عمرؓ نے ایک روز کسی کو یہ آیات پڑھتے سُنا۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهُ مِن دَافِعٍ ۝

(طور آیت ۸-۹) تو حالت غیر ہو گئی۔ آپ کو اُٹھا کر گھر لے گئے۔ پندرہ روز تک طبیعت پر اثر رہا۔

خدام احمدیت! حدیث میں آیا ہے اُس روز سوائے خدا کے کسی شئے کا سایہ نہ ہو گا۔ کوئی پناہ نہ ہو گی سوائے اُس ذاتِ احدیت کے۔ صرف سات آدمیوں کو اُس دن خدا کی پناہ حاصل ہو گی۔ صرف اُنہیں ہی وہ ازلی سایہ نصیب ہو گا۔ ایک وہ نوجوان جس پر جوانی خدا کی عبادت میں آئی۔ الفاظ حدیث یہ ہیں :-

شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

پس جوانی میں نماز، عبادت اور ذکرِ الٰہی کا ذوق پیدا کرو۔ دین و دُنیا دونوں سنور جائیں گے۔ مامورِ زمانہ حضرت اقدس ..... فرماتے ہیں :-

"یہ (نماز - نافل) دین کو درست کرتی ہے۔ اخلاق کو درست کرتی ہے دُنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دُنیا کے ہر مزے پر غالب ہے"

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۷۱)

نماز مسجد میں باجماعت ادا کی جائے

حدیث میں نماز باجماعت کی فضیلت عام نماز سے پچیس ۲۵ یا ستائیس ۲۷ درجہ زیادہ بیان کی گئی ہے۔ اس لیئے گھر میں بلا شرعی عذر کے نماز پڑھ کر پچیس گنا ثواب سے محروم نہ ہوں۔ امام بیہقی کتاب الصلوٰۃ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے مسجد تک لے جانے والا کوئی نہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں گھر میں نماز ادا کر لیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اجازت دیدی۔ وہ جانے کے لیئے مُڑا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے اذان کی آواز آتی ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! فرمایا پھر اذان کی آواز پر لبیک کہو۔

حدیث میں آتا ہے ایک صحابی نے دوسروں کو حدیث سُنائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی جنازہ کے ساتھ جائے تو اُسے اُحد پہاڑ جتنا ثواب ہوگا۔ دوسرے صحابہؓ نے سُنا تو کہا ہم نے کتنے پہاڑ ثواب کے ضائع کر دیئے۔ پہلے کیوں نہ بتلایا۔ پس اگر پہلے سُستی ہوئی تو اب ثواب کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اور مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کریں۔

کبھی محلّہ کی مسجد کی بجائے مسجد مبارک میں نماز ادا کریں

جس طرح خریدار اچھا پھل اور اچھی چیز خریدتا ہے خواہ اُسے اس کے لیئے ذرا دُور ہی کیوں نہ جانا پڑے سلف صالحین یہ بھی دیکھا کرتے تھے کہ کس کی اقتداء میں نماز میں لذّت آتی ہے۔ وہ وہاں چل کر جاتے۔ ہر قدم جو ہم مسجد کی طرف ادائیگی نماز کے لیئے اُٹھاتے ہیں وہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ فداہُ روحی وجنانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو سلمہ قبیلہ کے افراد نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم مسجد سے دُور رہتے ہیں نقل مکانی کر کے مسجد کے قریب کیوں نہ بس جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین نے فرمایا:۔

یا بنی سلمۃ دیارکم دیارکم تُکتَب آثارُکم۔ (مسلم باب فضل الصلوٰۃ المکتوبہ فی جماعۃ .... وکثرۃ الخطاء الی المساجد والمشی الیہا)

کہ بنو سلمہ! نقل مکانی کیوں؟ وہیں گھروں میں رہو۔ ہر قدم جو تم چل کر آتے ہو خدا کے حضور اس کا ثواب ہے رحمتِ باری تمہارے قدموں کو گن رہی ہے۔

اللہ اللہ! کتنا پاکیزہ مذہب، اور الدّین یُسرٌ (دین تنگی نہیں آسائش ہے) کی کیا عجیب عملی تفسیر ہے جہاں چاہو رہو۔ خلوص سے آؤ اور جاؤ۔ ثواب ہی ثواب ہے۔ تو دُور چل کر جانا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اِس لیئے گاہے گاہے محلّہ کی مسجد کی بجائے امامِ زمان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے مسجد مبارک چلے آؤ۔ ہر قدم جو اُٹھاؤ گے ثواب فراہم کرو گے۔

نماز خدا سے ہمکلامی ہے

نماز خدائے قدوس کی بارگاہ میں حاضری کا نام ہے۔ نماز عبادت ہے مولا حقیقی سے عجز و نیاز سے ــــ نماز ہمکلامی ہے احکم الحاکمین سے۔ دل کو حاضر کرلو۔ شرائط پوری کرلو۔ تو جب چاہو اس سے راز و نیاز ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں :-

قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم
انّ احدکم اذا صلّی یُناجی
ربّہ فلا یتفلنّ عن یمینہ
ولٰکن تحت قدمہ الیُسریٰ۔

(بخاری کتاب الصّلوٰۃ باب
المصلّی یناجی ربّہ)

کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے
تو وہ اپنے ربّ سے ہمکلام ہوتا ہے
اس لئے دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ
بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

کتنا بڑا اعزاز ہے، کتنی بڑی سعادت ہے۔ اگر دنیا کا کوئی بڑا آدمی کسی سے بات کرے تو وہ اس پر پھولا نہیں سماتا۔ اور کتنے ہیں جو درخواستیں لکھ کر تھک جاتے ہیں لیکن اُنہیں باریابی نہیں ہوتی۔ یہاں خلّاقِ دو جہاں سے ہمکلامی اور راز و نیاز کتنا آسان اور سہل ہے ○

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

نماز کی حفاظت

نماز عبادت کا معراج ہے۔ یہ عطیّہ خداوندی ہے جو اُمتِ مُسلمہ کو عطا ہوا۔ اِس نعمت کی حفاظت کیجئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھا کرتے۔ وہ اِس ٹوہ میں رہتے کہ حضورؐ نماز میں کہاں اور کیا دُعا مانگتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو بعض اوقات پڑھ کر نمونہ دیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ نماز کی حقیقت کیا ہے، اس کی قدر و قیمت کیا ہے۔ مشہور تابعی امام زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز دمشق میں وہ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہے ہیں۔ مَیں نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے۔ سب کچھ بدل گیا ہے۔ ہم نے جو پایا تھا وہ اب نظر نہیں آتا۔ سوائے اِس نماز کے۔ وھٰذہ الصّلوٰۃ قد ضُیّعت۔ اور یہ نماز بھی ضائع ہو گئی ہے۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی کوئی چیز اب نظر نہیں آتی۔ کسی نے کہا اِس نماز کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ تو جواب دیا اَلَیْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِیْھَا۔ ارے اِس میں بھی تم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ (بخاری کتاب الصّلوٰۃ باب فی تضییع الصّلوٰۃ عن وقتہا)

اُنہیں نمازیں وہ خشوع و خضوع، وہ گداز، وہ پابندی، وہ شغف، وہ کیف دکھائی نہ دیتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز منبر پر تشریف فرما ہوئے اور تین بار یہ فقرہ کہہ کر آپؐ نے سکوت فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ سُن کر مجلس میں بیٹھے تمام صحابہ حضورؐ کے حلف کی وجہ سے سر نیچا کر کے فرطِ غم سے رونے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ جو بندہ بھی نماز روزہ کی پابندی کرے گا اور سات بڑے گناہوں سے کنارہ کشی کرے گا اُس کے لئے قیامت کے روز جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پھر آپؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:-

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے ہم نے تمہیں منع کیا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمہاری کمزوریوں کو خود ہی ڈھانپ دیں گے۔

مامورِ زمانہ حضرت اقدس ..... فرماتے ہیں:-

"اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اُسے دل کی تسکین، آرام اور محبت سے اس کی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرضِ زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیا تھا۔ ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا ..... دردِ دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۵۵)

آپ فرماتے ہیں:-

"نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیئے۔ نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ، راستباز، ابدال، قطب گزرے ہیں۔ انہوں نے یہ معراج اور مراتب کیوں حاصل کئے؟ اسی نماز کے ذریعہ سے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قُرَّۃُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوۃِ۔ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۱۱)

میرا مشاہدہ

صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ برحق ہے۔ اور اس حدیث کی صداقت تو ان گنہگار

آنکھوں نے مشاہدہ بھی کی۔ ۱۹۴۴ء یعنی کوئی اڑتیس ۳۸ سال پہلے کا واقعہ ہے یہ گنہگار قادیان مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ مَیں نے دیکھا ابنار فارس کا ایک نوجوان مسجد مبارک میں بہت توجہ سے، گداز سے نماز ادا کرتا ہے۔ مَیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ شہادت دیتا ہوں کہ اُس وقت سے آج تک میری آنکھوں کے سامنے اُن کی نماز کی کیفیت ہے۔ اُس وقت وہ نوجوان میٹرک کا امتحان دے رہے تھے۔ اس کے بعد سفر و حضر میں اُن کی معیت نصیب ہوئی۔ اُن کی نماز کی رقت، خشوع و خضوع، پُرسوز تلاوت کا دل پر ہمیشہ گہرا اثر رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جب کسی شخص کو مسجد کا عادی دیکھو تو اُس کے ایمان کی گواہی دو۔ حضرت اقدس .... فرماتے ہیں کسی آدمی کی نیکیوں کو جانچنے کا معیار اُس کی نماز ہے۔

اور آج میری اور آپ کی آنکھیں الصّلوٰۃ معراج المؤمن کے منظر کو دیکھ رہی ہیں کہ اس نمازی کے سر پر اللہ تعالیٰ نے خلافت کا تاج رکھا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز صاحب قرآن خدا کے حضور پیش ہوگا تو قرآن کی شفاعت پر اُسے تاج کرامت پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا اے اللہ! اِسے اور خلعت نصیب کر۔ اِس پر اُسے کرامت کی خلعت پہنائی جائے گی۔ پھر قرآن کہے گا اے اللہ اسے اپنی رضا نصیب فرما۔ اور آج ہماری آنکھوں نے اُس صاحب صلوٰۃ کا معراج دیکھا۔ اللہ نے اُسے خلافت کا تاج پہنایا۔ اے اللہ! صاحب قرآن کی طرح، اپنی محبّت، معرفت اور رضا کی مزید خلعتیں اسے نصیب فرما۔

عزیز نوجوانو! امام سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی خلافت کا آغاز نماز کے قیام سے کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے عمل اور قول سے آپ کو خدا اور رسولؐ کے ارشاد اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی طرف بلا رہے ہیں۔ آؤ اُسی طرح نماز ادا کریں جس طرح خدا اور اُس کے رسولؐ اور مہدی مسعودؑ نے فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

> "ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں رقت اور خدا کا خوف ہو اور جب اپنے گھروں میں جاؤ تو بے خوف اور نڈر ہو جاؤ۔ نہیں۔ بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیئے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اِس سے خدا راضی ہوگا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔"
>
> (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۴۷)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دورہ لاہور

محترم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مورخہ ۳ نومبر ۱۹۸۲ء مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے ایک اجلاس میں شمولیت کی غرض سے لاہور تشریف لائے۔

نماز مغرب آپ کی اقتداء میں اراکین عاملہ اور مقامی احباب حلقہ دارالذکر نے ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے دفتر (واقع دارالذکر) میں تلاوتِ قرآن پاک سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ ازاں بعد محترم صدر صاحب نے دعا کروائی اور پھر آنجناب نے اپنے خطاب میں مختلف شعبہ جات کے تحت کام کرنے، کام کو تیز کرنے اور بہتر بنانے سے متعلق جو ہدایات دیں اُن کا کسی قدر خلاصہ دوسری مجالس کے استفادہ کیلئے درج ذیل ہے:-

۱- عہدیداران کو میٹنگ کے وقت کی پابندی کرنی چاہیئے۔

۲- عہدیداران کی اجلاسات میں حاضری لی جائے۔

۳- شعبہ تجنید کا کام معمولی کام نہیں بلکہ مسلسل اور سارا سال ہونے والا کام ہے نیز خدام اور اطفال کی تجنید ہونی چاہیئے۔

۴- تحریک جدید کے شعبہ کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے تحریک جدید کے ۱۹ مطالبات کا مختصراً ذکر فرمایا کہ ان سب کو پورا کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

۵- علاوہ ازیں آپ نے زبانیں سیکھنے اور زیادہ سے زیادہ علوم سیکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

۶- آپ نے وقارِ عمل کے شعبہ کے متعلق فرمایا کہ ہمارے بعض نوجوان اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار خیال کرتے ہیں حالانکہ خاکسار نے خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے اچھا نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے اسلئے سب خدام بھائیوں کو وقارِ عمل کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس میں حصہ لینا چاہیئے۔

۷- آخر میں آپ نے سادہ زندگی گزارنے اور بے تکلفی کو اپنی زندگیوں میں رائج کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اس سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ کے بعض واقعات بطور مثال پیش فرمائے۔

آخر پر مکرم منیر احمد صاحب جاوید قائم مقام قائد ضلع لاہور نے محترم صدر صاحب کو یقین دہانی کروائی کہ ہم آپ کی ہدایات پر انشاء اللہ عمل کریں گے۔ بعدہ دعا ہوئی اور ۹ بجے شب صدر محترم واپس ربوہ کیلئے روانہ ہو گئے۔

(عبدالمالک نمائندہ خالد و تشحیذ۔ لاہور)

عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

سال ۶۲-۱۳۶۱ ہش / ۸۳-۱۹۸۲ء

عہدہ		نام
نائب صدر	:	مکرم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب
معتمد	:	" محمد اشرف صاحب اسحاق
مہتمم خدمتِ خلق	:	" ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب
" تعلیم	:	" حافظ مظفر احمد صاحب
" تربیت	:	" محمد اسلم صاحب شاد منگلا
" مال	:	" مبارک احمد صاحب طاہر
" عمومی	:	" خواجہ عبدالمومن صاحب
" صحتِ جسمانی	:	" صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب
" وقارِ عمل	:	" چوہدری سلطان احمد صاحب
" صنعت و تجارت	:	" عطاء الرحمٰن صاحب محمود
" تحریکِ جدید	:	" شیخ مبارک احمد صاحب
" اطفال	:	" سعید احمد صاحب چیمہ
" بیرون	:	" قریشی عبدالجلیل صاحب صادق
" اصلاح و ارشاد	:	" مبشر احمد صاحب کاہلوں
مہتمم تجنید	:	" حبیب الرحمٰن صاحب زیروی
" اشاعت	:	" نصیر احمد صاحب قمر
" مقامی	:	" مرزا محمد الدین صاحب ناز
" محاسب	:	" چوہدری فضل احمد صاحب
" امور طلباء	:	" یوسف سہیل صاحب شوق

خاکسار

محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

(محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری سابق مبلغ مغربی افریقہ و جزائر فجی)

جو زخم لگائے اپنوں نے ہم غیروں کو دکھلائیں کیوں
جب راہِ وفا پہ چل نکلے پھر زخموں سے گھبرائیں کیوں

کچھ تلخ فسانے پارینہ کچھ دُکھ بھرے قصّے ماضی کے
ہیں نقش وہ لوحِ دل پہ سبھی، بے سود انہیں دہرائیں کیوں

کیا لطف ہے رِستے زخموں میں، اے چارہ گرو تم کیا جانو
جب درد ہی درماں بن جائے پھر لب پہ شکایت لائیں کیوں

یہ دُنیا کتنی ظالم ہے جینے بھی نہ دے مرنے بھی نہ دے
پوچھو جو خطا تو کہتی ہے خود سوچ لو ہم بتلائیں کیوں

وہ زخم جو تم نے بخشے تھے دیکھو تو وہ کیسے مہکے ہیں
سرمایہ یہی تو ہے اپنا ہم تم سے اِنہیں چھپائیں کیوں

جب سنگِ رَہ ہی ٹھہرے ہم تو راہرووں سے کیا ڈرنا
اور چھوڑ کے شیوۂ صبر و وفا شیوہ کوئی اور اپنائیں کیوں

دُنیا کی یہ عزّت و شوکت و شان، سامان ہیں وقتی تسکیں کا
جو چار دنوں کا مہماں ہے اُس چاند پہ ہم اِترائیں کیوں

آغازِ سفر پر ہی ہم نے سب مشکل موڑ تھے بھانپ لیئے
اب منزل ہے جب اتنی کٹھن تو راہ میں ہم سستائیں کیوں

بندے ہیں جو ربِّ محمدؐ کے اور عاشق حُسنِ محمدؐ کے
اللہ سے کئے ہوئے وعدوں سے دُنیا کے لیئے پھر جائیں کیوں

صد شکر مسلسل ضبط کی ہے ہمّت ہمیں بخشی مولیٰ نے
محکم ہے ہمارا عزم تو پھر طوفانوں سے گھبرائیں کیوں

حامی ہے وہ زندہ خدا اپنا جو سب سچّوں کا حامی ہے
تکیہ ہے اُسی پر جب اپنا تو خوف کسی سے کھائیں کیوں

روتوں کو تسلّی دیتا ہے گرتوں کا سہارا بنتا ہے
ہے پیار جسے اتنا ہم سے ہم اُس سے دل نہ لگائیں کیوں

دَر اس کی رحمت کے ہر دم رہتے ہیں کھُلے جب ہر اک پر
پھر غیر کے آگے ہم ہر دم جھولی اپنی پھیلائیں کیوں

قرآں نے سکھایا ہے ہم کو سچّوں ہی کی صحبت میں رہنا
جہاں اہلِ صدق و صفا ہی نہ ہوں اس محفل میں ہم جائیں کیوں

دُشنام بھی سُن کر اپنا تو شیوہ ہے دُعائیں ہی دینا
سینوں میں محبّت کے بدلے ہم شعلوں کو بھڑکائیں کیوں

توحید و رسالت پر ہمدم ایمان ہے مستحکم جن کا
وہ سچّے مومن ہو کر بھی نام اپنا اَور رکھائیں کیوں

صدیق نہ پوچھ محبّت میں کیا پایا ہے کیا کھویا ہے
کیا گزری ہے کیا بیتی ہے یہ قصّے اب دُہرائیں کیوں

اٹلی کے جزیرے سسلی پر اسلامی حکومت

اور

یورپ پر اس کے اثرات!

مکرم مسعود احمد خان صاحب - ربوہ

عیسائیوں اور مسلمانوں میں جنگ کا آغاز تو رسول مقبول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی ہو گیا تھا جبکہ ایک عیسائی رئیس شرجیل غسانی نے موتہ کے مقام پر حضورؐ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی خط امیر بصریٰ کے پاس لے جا رہے تھے۔ شرجیل شہنشاہِ روم کے ماتحت تھا جس نے بجائے اپنے ماتحت رئیس کے اس ظلم پر اُس کی بازپرس کرنے کے سرحدوں پر مسلمانوں کے خلاف اپنی فوجوں کو لا کھڑا کیا۔

جس عیسائی حکومت نے مسلمانوں کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا وہ بیزنطی رومی سلطنت ہی تو تھی لیکن اس کے زیرِ نگین علاقے مشرقی یورپ، مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ میں تھے۔ موجودہ ملک اٹلی سے (جس کا دارالحکومت روم ہے) اس حکومت کا اُس وقت کوئی تعلق نہ تھا تاہم ان کو رومن اس لئے کہا جاتا ہے کہ مشرقی رومن ایمپائر کا پہلا شہنشاہ "قسطنطین اوّل" روم سے ہی آیا تھا۔ اس نے مشرقی حصہ پر اپنی گرفت مضبوط کر کے رومن حکومت کو شاہی خاندان کی باہمی رقابتوں کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے زوال سے بچا لیا۔ اس مشرقی سلطنت نے مغربی یورپ سے تو کوئی سروکار نہ رکھا البتہ بحیرۂ روم کو ضرور اپنے جہازوں کی آماجگاہ بنا لیا۔ حتیٰ کہ اس کو رومن لیک (رومن جھیل) سمجھا جانے لگا کیونکہ بحیرۂ روم کے تمام ساحلی علاقے خواہ وہ یورپ کا جنوب ہو یا افریقہ کا شمال یا ایشیا کا مغرب اسی کے دائرۂ اختیار و اقتدار میں شامل تھے۔

جب مسلمان مغربی ایشیا میں رومیوں کو شام، فلسطین اور مصر سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے اپنی فتوحات کو محفوظ کرنے کے لئے بحری قوت بھی پیدا کرنی ضروری سمجھی۔ امیر معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پہلا بحری بیڑہ شام کے ساحل پر بنایا اور پھر مصر کے عثمانی گورنر عبداللہ بن ابی سرح نے بھی اسکندریہ میں اپنا بیڑہ تیار کر لیا۔ اور ان دونوں بحری بیڑوں نے بحیرۂ روم میں رومیوں کی نقل و حرکت کی کڑی نگرانی

شروع کر دی۔ مشرق میں تو مسلمان قبرص اور روڈس کے جزائر کے علاوہ کہیں نہ اُتر سکے اور نہ انکو چنداں ضرورت تھی کیونکہ شام و فلسطین میں خود ان کو اتنی قوت حاصل تھی کہ رومی وہاں حملہ کرنے کی آسانی سے جرأت نہ کر سکتے تھے البتہ مغرب میں ان کو خطرہ تھا کہ شمالی افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ کہیں رومی جہاز مصر پر اور پھر فلسطین پر ہلہ نہ بولیں اس لئے جنگی حکمت عملی کے پیشِ نظر ضروری تھا کہ مغرب میں یورپی ساحل پر پہنچ کر رومیوں کی بحری تنصیبات کو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسلمان ۶۵۲ عیسوی میں اٹلی کے جنوبی جزیرہ سسلی میں اُترے اور اس طرح وہ دوبارہ مغرب میں اس قدر دُور چلے گئے کہ سپین کے مشرقی ساحل پر اُن کی جھڑپیں ہوئیں وہ وہاں سے کامیاب لوٹے لیکن وہاں مستقل آباد نہ ہوئے۔

بہرحال اب بحیرۂ روم کا رومن لیک ہونے کا رومی ادّعا باطل ہو چکا تھا۔ اور جب بنو امیہ کو استحکام حاصل ہوا تو مشرق میں چین کی سرحد تک کا علاقہ اور ہندوستان میں سندھ فتح ہوا اور ۷۱۱ء میں طارق بھی سپین میں داخل ہو گیا۔۔۔ اس کی فتح کے نتیجہ میں اس کا رئیس، مغرب میں خلیفۂ دمشق کا نائب السلطنت موسیٰ بن نصیر بھی سپین پہنچا اور پیرانیز کے پہاڑوں میں فرانسیسیوں سے بھی نبرد آزما ہوا۔ لیکن اب بھی مسلمان رومیوں کو ہی اپنا مدِ مقابل سمجھتے تھے اور سپین پر بھی دراصل قسطنطنیہ کی مشرقی سلطنت کا ہی اثر تھا اس لئے خود مسلمانوں نے بھی سپین کی سرحدوں کو مضبوط رکھنے کے سوا فرانس کو فتح کرنا ضروری نہ سمجھا۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً مسلمان جارح ہو جاتے جو اس ابتدائی دَور کے مسلمانوں کو گوارا نہ تھا۔ اس میں شک نہیں چارلس مارٹل کے وجود میں فرانس کو بھی ایک عظیم جرنیل میسّر آگیا لیکن مسلمان بھی ایسے گئے گزرے نہ تھے کہ اگر پوری قوت صرف کرتے تو مارٹل کا مقابلہ نہ کر سکتے۔

۷۵۰ عیسوی میں مشرق میں تو اگرچہ اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور مصر سے لے کر سندھ تک کا علاقہ عباسیوں کے زیرِ نگین آگیا اور عباسی خلفاء سپین تک کے علاقہ کو بھی اپنی سلطنت کا حصہ سمجھتے تھے لیکن چونکہ سپین میں یا تو عرب نسل کے مسلمان آباد تھے یا بربر، جو نو مسلم تھے۔ وہ عباسیوں کو جنہوں نے عربوں کے خلاف ایرانیوں کی حمایت سے اقتدار پر قبضہ کیا تھا غاصب سمجھتے تھے اور پھر ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن کے وہاں پہنچ جانے پر جس کی ننھیال ایک بربر قبیلے سے تعلق رکھتی تھی سپین والوں نے اُس کا ساتھ دیا اور اس نے وہاں ۷۵۵ء میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اسی وجہ سے شمالی افریقہ یعنی مصر کے مغرب میں لیبیا سے مراکو تک کا علاقہ عباسی قلمرو میں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو آزاد ہی سمجھتا رہا اور وہاں عباسی گورنروں کی دال نہ گل سکی۔ مراکو پر تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ادریس بن عبداللہ نے وہاں پہنچ کر اپنی حکومت قائم کر لی اور لیبیا اور تیونس کچھ عرصہ بغدادیوں کی ہی نذر رہے۔ عبدالرحمٰن الداخل نے

سپین میں اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے لئے یہی بہتر
سمجھا کہ مراکو اور شمالی افریقہ اس کے اور عباسی سلطنت
کے درمیان ایک بفر سٹیٹ کے طور پر رہے جس طرح مراکو
کے ادریسیوں اور سپین کے امویوں کی آپس میں مفاہمت
ہو گئی تھی اسی طرح ہارون رشید عباسی خلیفہ نے بھی
یہی بہتر سمجھا کہ اگر شمالی افریقہ پر اس کی گرفت مضبوط
نہیں ہو سکتی تو کیوں نہ وہاں ایسی آزاد حکومت قائم
ہو جائے جو اپنے قیام کے لئے اس کی مرہونِ منت ہو۔
چنانچہ اُس نے اپنے ایک جرنیل ابراہیم بن اغلب کے
زیرِ کمان ایک فوج یہ کہہ کر بھیجی کہ اگر وہ شمالی افریقہ
یعنی موجودہ لیبیا اور تیونس اور مشرقی الجیریا پر ایک
پُرامن حکومت قائم کر لے تو وہ اُسی کے خاندان میں
موروثی ہو کر چلے گی۔ ابراہیم بن اغلب بہت کامیاب
جرنیل ثابت ہوا اور اُس نے وہاں ۸۰۱ء میں حکومت
قائم کر لی جس کو اغلبی حکومت کہا جاتا ہے۔ اسی حکومت
کے تیسرے فرمانروا "زیادۃ اللہ اول" کے زمانہ میں ۸۲۷ء
میں مسلمانوں کو سسلی پر فوج کشی کرنی پڑی اور اس طرح
مسلمانوں اور یورپ کے تعلقات میں ایک نئے باب
کا اضافہ ہوا۔ یہ مسلمانوں کے یورپ میں نفوذ کا تیسرا
دروازہ تھا۔ پہلا رومی شہنشاہ قسطنطنیہ کے ساتھ
تصادم۔ دوسرا سپین کی فتح اور تیسرا سسلی پر
مسلمانوں کا قبضہ۔

جزیرہ سسلی پر مسلمانوں کی فوج کشی کی وجہ یہ
بتائی جاتی ہے کہ جس طرح سپین میں سیاسی خلفشار
میں سبطہ کے حاکم جولین نے موسیٰ بن نصیر سے شاہ
سپین کے خلاف مدد چاہی تھی کیونکہ وہ شاہ مذکور
کا ستایا ہوا تھا۔ اب اسی طرح سسلی کے ایک
شہر سراقوسہ کے سردار یوفیمیوس (EUFEMIOS)،
زیادۃ اللہ سے رومیوں کے خلاف مدد کا طالب ہوا۔
چنانچہ اس کی مدد کے لئے زیادۃ اللہ نے ایک فوج بھیجی
اور اس کا سردار اپنے وزیر اسد بن فرات ستر سالہ
عالمِ دین کو بنا کر بھیجا۔ یہ فوج مزارا کے مقام پر اُتری
اور سراقوسہ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ لیکن مسلمان لشکر
میں ایک وبا پھوٹ جانے کی وجہ سے پیش قدمی رُک
گئی اور اسی وبا میں اسد بن فرات کا بھی انتقال
ہو گیا۔ چار سال بعد مسلمان بجائے مشرق میں سراقوسہ
کی طرف بڑھنے کے شمال میں پلارمو یا بلرمہ (PLERMO)
کی طرف روانہ ہوئے اور اس کو فتح کر لیا۔ ۸۴۳ء
میں مسینا پر قبضہ ہوا۔ ۸۷۸ء میں سراقوسہ (SARACUSA)
بھی فتح ہو گیا اور سسلی شمالی افریقہ کی اغلبی ریاست
کا ایک حصہ بن گیا۔

یہ زمانہ شمالی افریقہ میں ابراہیم ثانی کی حکومت
کا تھا۔ اس فتح کے بعد وہ خود سسلی آیا اور پھر وہ
قیروان کی بجائے وہیں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ ۹۰۲ء میں
وہیں فوت ہوا اور وہیں اس کو دفن کیا گیا۔ اس طرح
۱۸۹ برس سسلی پر مسلمانوں کی حکومت رہی مسلمان دراصل
عیسائیوں میں قسطنطنیہ کی رومی سلطنت کو ہی اپنا دشمن
سمجھتے تھے اس لئے جہاں جہاں اُس کی حکومت تھی یا
زیرِ اثر علاقہ تھا وہیں مسلمان پیش قدمی کر کے اس کو
کمزور کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اور بحیرۂ روم کا ساحلی

علاقہ رومیوں کا ہی سمجھا جاتا۔ اس لئے سسلی کے علاوہ اٹلی میں جنوبی حصہ پر بھی رومی ہی قابض رہے۔

جنوبی اٹلی میں لومبارڈ قبیلے کے لوگ آباد تھے وہ بھی رومیوں کی چیرہ دست حکومت سے نالاں تھے انھوں نے سسلی میں مسلمانوں کی آمد سے حالات میں بہتری دیکھی تو مسلمانوں کو وہاں بھی آنے کی دعوت دی اور سراقوسہ اور مسینا کی فتح سے بہت پہلے مسلمان ۸۳۱ء میں اٹلی میں بلرمہ کی طرف سے بحری راستے کے ذریعہ داخل ہو چکے تھے۔ ۸۲۷ء میں نیپل پر قبضہ کیا۔ ۸۴۱ء بحیرہ ایڈریاٹک میں یعنی اٹلی کے مشرقی ساحل پر آئے اور پھر ۳۶۰ سال اس علاقے پر قبضہ جمائے رکھا۔ اسی اثناء میں مسلمان مشرق میں وینس کی مشہور بندرگاہ میں داخل ہوئے تو مغرب میں روم کے قریب آسٹیا (OSTIA) پر بھی اُترے لیکن بجائے روم کو فتح کرنے کے صرف ویٹیکن یعنی پوپ کی جائے رہائش کے علاقہ میں ہی رہے جو روم کا دراصل ایک محلہ ہے۔ وہاں انھوں نے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے گرجوں میں موجود صرف اُس دولت پر ہی قبضہ کیا جو عیسائی لوگ وہاں محفوظ کر دیتے تھے۔ روم کو فتح نہ کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آسٹیا کی بندرگاہ کے پاس زبردست طوفان آیا جس میں مسلمان جہاز غرق ہونے لگے۔ شاہ مدار اٹلی میں پوپ کی فوجوں نے بھی مسلمانوں پر جو طوفان میں گھرے ہوئے تھے حملہ کر دیا۔ اس میں مسلمانوں کا کافی جانی و مالی نقصان ہوا اور ان کو واپس ہونا پڑا ــــــ مسلمانوں کے لئے یہ جانکاہ حادثہ تھا جبکہ روم کے عیسائیوں کے لئے بہت مسرت خیز تھا جس کو اٹلی کے مشہور مصور رافیل نے اپنے برش کے کارنامے کے ذریعہ رنگین منظر کشی میں محفوظ کر لیا جو اَب بھی اٹلی کے عجائب گھر کی زینت ہے اور سیاحوں کے لئے دلچسپی کی چیز۔ لیکن اس تباہی کے بعد بھی بحیرۂ روم اور اٹلی میں مسلمانوں کا پلّہ بھاری رہا۔ پوپ جان ہشتم کو اسی زمانہ میں جو ۸۷۲ء سے ۸۸۲ء تک رہا دو بار مسلمانوں کو خراج ادا کرنا پڑا کیونکہ ۸۶۹ء میں مسلمانوں نے مالٹا بھی فتح کر لیا تھا اور پھر اٹلی اور سپین کے ساحلوں سے ایلپس پہاڑوں میں بھی داخل ہوئے حتیٰ کہ ان کے کچھ آثار سوئٹزرلینڈ میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔

شہنشاہِ قسطنطنیہ، مسلمانوں کی اٹلی پر یلغار سے غافل نہیں تھا۔ آخر ۸۸۰ء کے بعد اُس نے بھی حملہ کیا اور کم از کم اٹلی سے مسلمانوں کو نکال باہر کیا۔ البتہ سسلی میں مسلمان اتنے مضبوط تھے کہ وہاں سے ان کو نکالنا اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ ادھر شمالی افریقہ میں بھی ایک انقلاب آ رہا تھا کہ ابراہیم ثانی کی وفات کے بعد دسویں صدی عیسوی میں وہاں شیعوں کا ایک اور گروہ عبیداللہ کی سرکردگی میں اپنی طاقت بڑھا رہا تھا۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ اہل بیت میں سے ہے اس لئے اُس نے اپنی تحریک کو فاطمی قرار دیا۔ اور ساتھ ہی وہ مہدی ہونے کا بھی دعویدار تھا۔ اُس نے اغلبیوں کو پے بہ پے شکست دے کر قیروان پر قبضہ کر لیا اور سسلی کے اپنی قلمرو میں

ہونے کا اعلان کر دیا لیکن بہت سے سُنّی اُس کے
ظلم وستم سے بچ کر سسلی میں آباد ہو گئے اور احمد بن قرہب
کی زیر کردگی ۹۱۲ء میں سسلی میں سُنّی حکومت قائم کر کے
عباسی خلیفہ المقتدر کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ لیکن
چار سال بعد فاطمیوں نے بربریوں کی مدد سے پھر سسلی
پر قبضہ کر لیا۔ فاطمیوں نے اپنی توسیع پسندی کے عزائم
کے پیشِ نظر اٹلی پر کئی بار یلغار کی اور مغرب میں جے نوا
(GENOA) تک پہنچے اور اس کو تاخت و تاراج کیا۔
لیکن چونکہ اُن کا اصل مقصد عباسیوں کو نیچا دکھانا تھا
اور اس کے لئے حجاز اور فلسطین پر قبضہ کرنا ضروری تھا
اس لئے مصر کی فتح کے بعد وہ اسی طرف زیادہ مصروف ہو گئے
لیکن انہی ایام میں سسلی میں مسلمان انتشار کا شکار ہو گئے۔
اِن خانہ جنگیوں نے جزیرہ کو تباہ حال کر دیا۔ آخر
۹۴۸ء میں فاطمی خلیفہ المنصور نے ایک کلبی سردار
الحسن بن علی بن حسین کو سسلی کا گورنر بنایا۔ اُس نے
اپنے حُسنِ تدبر سے تمام عناصر کو زیر کر کے سسلی پر
اچھی خاصی آزاد حکومت قائم کر لی۔

الحسن کلبی کی اولاد میں ابو الفتح یوسف بن عبداللہ
کلبی بہت بیدار مغز ثابت ہوا اور اس کے عہدِ حکومت
میں سسلی کو بہت خوشحالی نصیب ہوئی۔ مشہور عرب سیاح
ابن حوقل جب اُس کے زمانہ میں وہاں پہنچا تو جو کچھ
اس نے دیکھا اس کے مطابق سسلی کی عام طور پر اور
پلرمہ کی خاص طور پر تعریف کی۔ وہ بتاتا ہے کہ صرف
پلرمہ میں تین سو مساجد تھیں۔ جامع مسجد میں سات ہزار
نمازی نماز ادا کرتے تھے۔ ایک عجیب دلچسپ بات
اُس نے یہ لکھی ہے کہ مدرسوں کے اساتذہ جن کی
تعداد تین سو تھی۔ اگرچہ باقی اسلامی دُنیا کے علماء
سے علم میں کم اور کُند ذہن بھی تھے لیکن وہاں کے
اسلامی معاشرہ میں اُن کو بہت احترام حاصل تھا۔
خاص طور سے اِس وجہ سے بھی کہ علم کے علاوہ اُن
کی پرہیز گاری اور دینداری بھی مسلّم تھی۔

۱۰۶۰ء میں شمال سے آمدہ یورپین قبیلہ نورمن
نے مسلمانوں کو شکستیں دینا شروع کر دیں اور کاؤنٹ
روجر نے مسینا کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد ۱۰۷۱ء میں
پلرمہ میں بھی داخل ہو گیا اور ۱۰۷۵ء میں سراقوسہ
بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ نورمنوں نے
ایک سال قبل بحیرۂ روم میں مالٹا پر بھی قبضہ کر لیا
تھا۔ مسلمانوں کی اِن پے بہ پے شکستوں کی وجہ اُن کی
خانہ جنگی اور مشرقی رومن سلطنت کی ریشہ دوانیاں
تھیں جو وہ مقامی عیسائی آبادی کے ذریعہ کرتے
رہتے تھے۔

سسلی میں مسلمانوں کی تاریخ کا یہ پہلو بڑا ہی
حیرت انگیز ہے کہ یہاں مسلمانوں کے تہذیبی اثرات کی
پائیداری اغلبی، فاطمی اور کلبی حکمرانوں کی اِس قدر
مرہونِ منّت نہیں تھی جتنی نورمن عیسائی فاتحین کی،
جنہوں نے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ تو کر دیا لیکن نہ
وہاں کی مسلمان رعایا کو مذہباً ختم کرنے کی کوشش کی اور
نہ اُن کے حکماء اور فضلاء کے علم و فن کو مٹایا بلکہ اِس
اعتبار سے اُن کا آنا اپنے اندر قدرے خوشکن پہلو
کا بھی حامل تھا کہ وہ مسلمان جو حکومت کے لالچ اور

اس کی مادی منفعتوں کے لیئے آپس میں لڑ لڑ کر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر رہے تھے اب ایک عادل اور طاقتور حکومت کے تحت امن وسکون سے رہنے لگے اور علوم وفنون کی طرف اور زیادہ توجہ دینے لگے۔
"روجر اوّل" اگرچہ خود اَن پڑھ تھا لیکن اس نے علوم وفنون کی ترویج کے لئے بھرپور کوششیں کیں اور نہ صرف علماء اور حکماء کو اپنے اپنے شعبوں میں تحقیق وتدقیق کو جاری رکھنے کی سہولتیں بہم پہنچائیں بلکہ مسلمان مدبرین کو حکومت میں بڑے بڑے اہم منصبوں پر فائز کرکے ان کی لیاقت اور حُسنِ انتظام سے فائدہ اُٹھایا۔ اور پھر سو سال تک سسلی کی اس عیسائی حکومت میں روجر کی اولاد کے زیرِ حکومت بھی مسلمان ہی اہم منصبوں پر فائز رہے۔ سب سے اہم اور بڑا منصب امیر الامراء کا تھا جس کو لاطینی زبان میں امیراتس امیراتوریم کہا جاتا تھا۔

تجارت اور زراعت کے شعبوں پر بھی مسلمان ہی چھائے رہے۔ زراعت میں تو انہوں نے بعض نئی فصلوں کا اضافہ کیا جو اس سے پہلے یہاں موجود نہ تھیں۔ مثلاً نیشکر (گنّا)، زیتون، سنگترہ، کھجور وغیرہ۔ پیپرس جس سے قدیم زمانہ میں کاغذ بنایا جاتا تھا مسلمان سسلی میں کثرت سے بوتے اور اس کے ریشہ سے جہاز کے رسّے بنایا کرتے تھے۔ ابن حوقل نے سوائے مصر کے کہیں اور اتنا اعلیٰ پیپرس نہ دیکھا۔ ابن جبیر ۱۱۸۴ء میں یہاں آیا تو زمین کی زرخیزی کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور خاص طور سے انگوروں کے باغات اور اس کی بیلوں کے خوبصورت طریقِ کاشت سے بہت متاثر ہوا۔ یہ سب کچھ مسلمان کاشتکاروں کی محنت کا نتیجہ تھا۔

یورپ میں قدیم ترین دستاویز ایک فرمان ہے جو بادشاہ "روجر اوّل" کی ملکہ نے ۱۱۰۹ء میں عربی اور یونانی زبانوں میں شائع کروایا تھا۔ روجر ثانی کے عہد کے سکّے بھی موجود ہیں جن پر عربی ہندسوں میں ۱۱۳۸ کا سن عیسوی لکھا ہوا ہے اور باقی عبارت بھی عربی میں ہے۔ روجر اوّل نے جو مسلمان حکماء اور فضلاء کی سرپرستی کرنی شروع کی تھی اس کا عروج اُس کے بیٹے روجر ثانی اور اس کے بعد فریڈرک کے زمانہ میں ہوا۔ روجر ثانی مسلمان بادشاہوں کا سا لباس پہنتا تھا۔ اس کے پوتے ولیم ثانی کے عہد (۸۹-۱۱۶۶ء) میں ابن جبیر سسلی آیا تو عیسائی عورتوں کو مسلمان عورتوں کی طرح ملبوس دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی۔ کیونکہ بہرحال یہ ایک عیسائی مُلک تھا جس کا بادشاہ بھی عیسائی تھا۔ روجر ثانی نے جو گرجا گھر تعمیر کرایا اس میں فاطمی خلافت کے فنِ تعمیر کے آثار آج بھی نمایاں ہیں۔ نیز کوفی خط کی عبارتوں اور نقش ونگار سے دیواریں مزین ہیں۔

از منہ وسطیٰ کا سب سے نمایاں جغرافیہ دان ابوعبداللہ محمد بن محمد الادریسی تھا جس نے ۱۱۶۶ء میں وفات پائی۔ اگرچہ وہ پیدا اسبطہ میں ہوا تھا لیکن سسلی میں روجر ثانی کے دربار کی زینت بنا۔ اس نے اپنی کتاب "نزھۃ المشتاق فی اختراق الآفاق" کو روجر ثانی کے نام سے ہی

معنون کیا اور عرفِ عام میں اس کی یہ تصنیف کتاب روجر کے نام سے ہی مشہور ہوئی۔ اس کتاب کے علاوہ اس نے اپنے سرپرست روجر ثانی کے لئے ستاروں کی گردش سے متعلق ایک نقشہ اور دُنیا کا ایک نقشہ چاندی کی تھالیوں پر بنایا تھا۔

یورپ میں شاہی خاندانوں میں آپس میں شادیوں کے سبب جرمنی کا بادشاہ فریڈرک ثانی سسلی کا بادشاہ بھی بن گیا اور ۱۲۲۰ء میں ہولی رومن ایمپائر کا شہنشاہ بن گیا جو پوپ کے زیرِ اثر وسطی یورپ میں قائم کی گئی تھی۔ اور اس طرح وہ یورپ کی سب سے زیادہ بااثر شخصیت ہو گیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جبکہ عیسائی ایک بار پھر یورو شلم اور فلسطین کو مسلمانوں سے چھیننے کی کوشش میں بار بار حملہ آور ہو رہے تھے جن کو صلیبی جنگیں کہا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود سسلی کے عیسائی بادشاہ فریڈرک ثانی کی مشرق دوستی اور اسلام سے دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس نے عیسائی شاہی خاندانوں سے جنہوں نے فلسطین کے قرب جوار میں اپنی ریاستیں قائم کی ہوئی تھیں روابط پیدا کئے اور ایک عیسائی شہزادی آئی سابیلا (ISABELLA) سے شادی بھی کر لی۔ اس طرح عرب اثرات اور زیادہ فریڈرک کے دربار میں پہنچ گئے۔ یہ بات بھی حروبِ صلیبیہ کے دَور کے عجائب میں سے ہے کہ یہ عیسائی ریاستیں مسلمانوں کو طاقتور اور زیادہ مہذب دیکھ کر اب اپنا جوش و خروش کھو بیٹھی تھیں۔ یہ بار بار کے حملے یوروپین سیاست کے شاخسانہ تھے۔

جن کے ذریعہ بعض بادشاہ اور پوپ عوام الناس عیسائیوں کے مذہبی جوش و خروش کی تسکین کر کے اپنے آپ کو سیاسی طور پر مقبول بناتے یا اپنے مخالف عناصر کی توجہ اسلام دشمنی کی طرف پھیر دیتے تھے۔ ورنہ مقامی عیسائی ریاستیں اپنے مسلمان ہمسایوں کے ساتھ مفاہمت کی حکمتِ عملی اختیار کر کے بہت کچھ سیکھ کر فائدہ اُٹھا رہی تھیں۔ اور فریڈرک کی ہولی رومن ایمپائر بھی اسی پالیسی پہ گامزن تھی۔ خاص طور سے ازابیلا کے ساتھ شادی کے بعد۔ چنانچہ مسلمان حکمرانوں کے ساتھ اُس کے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے اور آپس میں تحائف کے تبادلے بھی ہوتے رہتے۔ صلاح الدین ایوبی کے بھتیجے سلطان مصر الکامل محمد نے اس کو اونٹ اور زرافہ بھی بطور تحفہ بھیجے۔ فریڈرک جہاں جاتا ان دونوں جانوروں کو اپنے ساتھ رکھتا۔ زرافہ تو یورپی عوام و خواص کے لئے یکساں طور پر دلچسپی کا باعث تھا کیونکہ اس سے قبل یہ جانور کبھی یورپ میں نہ پہنچا تھا۔ ایک اور ایوبی سلطان دمشق کے ملک اشرف نے فریڈرک کو ۱۲۳۲ء میں اپنے منجموں سے ستاروں کی گردش اور اس کے اوقات کے نقشے بنوا کر بھجوائے۔ فریڈرک نے مسلمان سلاطین کو جو تحائف بھجوائے اُن میں سفید برفانی ریچھ اور سفید مور بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کے لئے یہ جانور عجیب و غریب تھے۔ فریڈرک نے جیومیٹری اور الجبرے کی بعض اشکال مصر کے حکماء کے پاس

بھیجیں جن کو انہوں نے حل کیا جبکہ اس کے اپنے دربار کے اہلِ دانش اُن کے حل سے قاصر رہے تھے۔

فریڈرک نے شام سے باز پالنے والے ماہرین بھی اپنے دربار میں بلائے۔ اس کے ایک عیسائی منجم ہیوڈور نے باز پالنے پر ایک عربی کتاب کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا۔ یہ اگرچہ اس کا مضمون نہ تھا لیکن وہ عربی کا فاضل تھا۔ جانوروں سے متعلق ایک اور کتاب کا عربی سے ترجمہ بھی اسی نے کیا اور اس طرح یورپ میں ایک جدید سائنس، نیچرل ہسٹری کی ابتداء ہوئی۔ ہیوڈور نے ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا جو ہائی جین سے متعلق تھی اور یونانی میں ناپید تھی۔ جبکہ عربوں کے پاس عربی میں سِرّ الاسرار نام سے موجود تھی۔ ہیوڈور کے بعد درباری منجم مائیکل سکاٹ بنا جو عربی کا بہت بڑا فاضل عیسائی تھا جس نے سپین میں مسلمانوں سے علم حاصل کیا تھا۔ یہ شخص اگرچہ انگلستان کا رہنے والا تھا لیکن سپین سے تحصیلِ علم کے بعد فریڈرک کے پاس چلا گیا۔ اس نے بھی ارسطو کی بعض کتابوں کے ترجمے شیخ الرئیس بوعلی ابن سینا کے حواشی کے ساتھ کئے اور ایک کتاب کا نام ہی تشریحات ابن سینا رکھا۔ ان ترجموں کی بدولت اٹلی میں احیائے علوم کی رو چلی۔ سائنسی علوم کے علاوہ شعر و سخن اور ادب میں بھی عربی اثرات نظر آتے ہیں۔ فریڈرک نے مسلمان علماء کی مدد سے یورپ میں پہلی یونیورسٹی جنوبی اٹلی میں نیپلز کے مقام پر کھولی جس کی نقل میں

فرانس میں پیرس، انگلستان میں آکسفورڈ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ عیسائیت کا مشہور متکلم تھامس اکیوناس اسی یونیورسٹی کا فارغ التحصیل تھا۔ عیسائیوں میں وہ فلسفہ کے خلاف دینیات کا سب سے بڑا عالم بنا جبکہ اس کی کتابوں میں مسلمان متکلمین کی خوشہ چینی کی گئی تھی اور امام غزالی کی کتاب تہافۃ الفلاسفۃ کے تو کئی صفحے اس نے من وعن نقل کر دیے تھے۔

اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی صنعت و حرفت بھی یورپ میں بہت مقبول ہوئی خاص طور سے مسلمانوں کے ریشمی اور دیگر قسم کے پارچہ جات یورپ کے اعلیٰ طبقے کے افراد کے فیشن میں داخل رہے۔ کوئی شخص اپنے کو شرفاء میں شمار نہ کرتا تھا جب تک کہ اس کے پاس مشرقی لباس کا کم از کم ایک جوڑا نہ ہوتا۔ اور یہ سب چیزیں وسطی یورپ میں سسلی کے ذریعہ ہی پہنچ رہی تھیں۔

افسوس کہ پہلے دور میں مسلمان سپین کی طرح سسلی اور اٹلی میں پہنچے تو سہی لیکن فتوحات کے نشہ میں انہوں نے اسلام کا اوّلین سبق بھلا دیا۔ جس کی وجہ سے ان کے اثرات کو دوام حاصل نہ ہو سکا۔ یعنی تبلیغِ اسلام کا فریضہ۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں مسلمانوں نے تبلیغ کے ذریعہ عوام کے دلوں میں اسلامی حکومت بٹھا دی وہاں زمینی حکومت کے نکل جانے کے بعد بھی اسلام ایسی حالت میں موجود رہا کہ کچھ عرصہ بعد پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے

اسلام کی بدولت اُن کو دوبارہ حکومت عطا فرمادی اس کی بہترین مثال جنوبی ایشیا میں پاکستان کا قیام ہے۔ اگرچہ حکومت تو مسلمانوں نے خیبر سے اس کماری تک کی لیکن چونکہ تمام ملک میں محمد بن قاسم کے نقش قدم پر تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا نہ کیا اس لیے بیسویں صدی میں اسلامی حکومت کا قیام صرف انہی خطوں میں کیا جا سکا جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنے الطاف بے پایاں سے جماعتِ احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ آپ نے جہاں اپنے پیارے آقا اور عظیم بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک سے رکھی ہوئی بنیاد پر تعمیر کی جانے والی مسجد کا سپین کے قدیم اسلامی شہر قرطبہ کے قریب پیڈرو آباد میں افتتاح کیا وہاں خود اپنے عہدِ خلافت میں عیسائیت کے گڑھ اٹلی میں مسجد کا سنگِ بنیاد رکھیں گے۔ گویا تاریخ پھر اپنا رُخ موڑ رہی ہے، پھر سپین اور اٹلی میں توحید کا جھنڈا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ گاڑ دیا گیا ہے۔ البتہ اب کی بار مجاہدین کی میدانِ جنگ میں اُٹھی ہوئی تکبیر "اللہ اکبر" کی بجائے سپین اور اٹلی کی فضائیں مساجد سے اُٹھی ہوئی ندائے توحید اللہ اکبر اور اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انّ محمداً رسول اللہ سے گونج اٹھیں گی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جس اسلامی انقلاب کی بنیاد مسجد کی تعمیر سے رکھی جائے وہ برکتوں کا حامل ہو جاتا ہے۔ سچ ہے حيّ على الصّلوٰة حيّ على الفلاح ؎

تعاون

مکرم برادرم حفیظ احمد صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ گجرات نے ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ کی خریداری بڑھانے کے سلسلہ میں خصوصی تعاون فرمایا ہے اور خالد کے ۱۸ اور تشحیذ کے ۲۵ نئے خریدار بنائے ہیں جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ قارئین کرام سے ان کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

کرسٹوفر کولمبس

ترجمہ:- نیو کیکسٹن انسائیکلو پیڈیا زیرِ عنوان کرسٹوفر کولمبس

(نصیر احمد خان ۔ لاہور)

اطالوی جہازران اور نئی دُنیا کو دریافت کرنے والے کرسٹوفر کولمبس کی زندگی کے ابتدائی دَور کی تفصیلات غیر واضح ہیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب وہ ۲۲ برس کا تھا اُس نے اپنے والد "ڈومینیکو" کا پیشہ اپنایا جو گرم کپڑا بُنا کرتا تھا۔ پھر اُس نے جہازرانی سے متعلق اپنے مستقبل کا آغاز ایک سوداگر کی حیثیت سے کیا۔ بہت سے بحری سفروں کے بعد تقریباً ۱۴۷۸ء میں وہ "لزبن" میں رہائش پذیر ہوگیا۔ وہاں اُس نے ایک جہاز کی کپتانی حاصل کی۔

وہ اپنے خیالات میں مگن انسان تھا اُس نے پرتگالی اور لاطینی زبان پر عبور حاصل کیا تاکہ اُس دَور میں ملنے والی جغرافیہ اور جہازرانی سے متعلق کتابوں کو پڑھ سکے۔ دُنیا کے گول ہونے پر یقین رکھتے ہوئے اُس نے ایک منصوبہ بنایا مغرب کی طرف سے مشرق پہنچنے کا، بلکہ چین کی فرضی دولت تک پہنچنے کا جس کا تذکرہ مشہور اطالوی سیّاح مارکو پولو نے بھی کیا تھا۔ اُس کا منصوبہ قابلِ عمل تھا کیونکہ یہ بہت سی نمایاں حقیقتوں پر مشتمل تھا جو اَب تک غلط قرار دی جاتی رہی تھیں۔

کولمبس کے خیال میں دُنیا کا محیط اپنے اصل محیط سے چھوٹا تھا اور ایشیا اپنے اصل رقبہ سے کہیں بڑا تھا۔ چنانچہ اُس نے یہ نتیجہ نکالا کہ یورپ سے جاپان تک کا فاصلہ ۳۰۰۰ بحری میلوں سے کم ہوگا جبکہ ایک عظیم دائرے کی صورت میں اِس رُوٹ کا فاصلہ ۱۰۶۰۰ میل ہے۔ اور یہ بھی اندازہ نہ لگا سکا کہ یورپ اور ایشیا کے درمیان کوئی برِاعظم ہے۔ چنانچہ جب وہ ۳۰۰۰ میل کا سفر کر چکا (ویسٹ انڈیز کی طرف) اُس کے خیال میں وہ ایشیا پہنچ چکا تھا۔

کولمبس نے ۱۴۷۹ء میں فیلیپا پرمیسٹریلو" نامی لڑکی سے شادی کی اور اُس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ڈیگو تھا۔

۱۴۸۱ء میں کولمبس نے پرتگال کے شاہ جان II کی ملازمت اختیار کر لی اور ۱۴۸۴ء میں اُس نے شاہ کو (مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے) ایشیا پہنچنے سے متعلق اپنا منصوبہ پیش کیا۔ مگر بادشاہ نے اُس کے منصوبہ کو ردّ کر دیا۔

اُسی سال کولمبس کی بیوی وفات پا گئی اور وہ سپین چلا گیا۔ اُس نے سپین کے فرمانروا اوّل شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا کو اپنے منصوبے سے آگاہ

رکیا۔ اُنہوں نے اُس کے منصوبہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی مگر تمام فیصلہ جات کسی مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیئے گئے کیونکہ حکومت اُس وقت اسلامی سلطنت کے آخری علاقے غرناطہ کو حاصل کرنے میں مصروف تھی۔

اپریل ۱۴۹۲ء میں ہسپانوی غرناطہ پر قبضہ کر چکے تھے۔ سپین کے فرمانرواؤں نے اِس مہم کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا اور کولمبس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ کامیاب رہا تو اُسے ایڈمرل کا عُہدہ دے دیا جائے گا اور جن علاقوں کو وہ دریافت کرے گا اُسے اُن تمام علاقوں کا وائسرائے بنا دیا جائے گا۔

۳ر اگست ۱۴۹۲ء کو اُندلس کی بندرگاہ "پالوس" سے تین جہاز روانہ ہوئے۔ "نینا" اور "پنٹا" جبکہ تیسرا جہاز "سانتا ماریا" شاہی بیڑے سے تعلق رکھتا تھا۔ نوّے آدمیوں کا عملہ تینوں جہازوں پر سوار تھا جن میں سے ۴۰ کولمبس کے ہمراہ "سانتا ماریا" پر سوار تھے۔ دو ماہ کے مسلسل سفر کے بعد ۱۲ر اکتوبر ۱۴۹۲ء کو پوڈریگو نامی ملاح (جو "پنٹا" پر سوار تھا) نے نئی دُنیا کی طرف اشارہ کیا۔ اُسے زمین کا جو ٹکڑا نظر آیا وہ جزائر بہاماس کا کوئی حصّہ تھا۔ اگلے چند ہفتوں میں کولمبس کیوبا، ہیٹی اور دوسرے جزیروں پر لنگر انداز ہوُا۔ اُس نے ان علاقوں کو ایشیا کے بیرونی حصّے خیال کیا اور سپین کے نام پر ان جزائر پر قبضہ کیا۔ ہیٹی پر ۴۳ آدمیوں کا حفاظتی دستہ چھوڑ کر واپس سپین روانہ ہو گیا۔

۱۵ر مارچ ۱۴۹۳ء کو کولمبس "پالوس" پہنچا۔ وہ بطور ثبوت بہت سے غلام اور اِن جزائر کی اشیاء اپنے ہمراہ لایا۔ اُسے ایک فاتح کی طرح خوش آمدید کہا گیا۔ اپنے اِس کامیاب سفر سے واپسی پر کولمبس نے اپنی دوسری اور مزید بڑی مہم کی تیاری شروع کر دی۔ ۲۵ر ستمبر ۱۴۹۳ء کو وہ "کادیز" سے جزائر غرب الہند کے لئے روانہ ہوُا۔ یہ سفر نوآبادیاں بنانے کے لئے تھا نہ کہ صرف نئے علاقوں کی دریافت کے لئے۔ اِس سفر پر ۱۷ جہاز تھے جن پر ۱۲۰۰ سے زائد افراد سوار تھے جن میں ملاحوں کے علاوہ مبلّغ، فوجی، کسان اور دستکار بھی تھے۔ یہ سفر ۱۴۹۶ء تک رہا اور وہ جمیکا تک جا پہنچے۔

اپنی اگلی مہم کے دَوران میں جو ۱۴۹۸ء میں شروع ہوئی۔ کولمبس کو مشکلات نے آگھیرا۔ وہ ناقابلِ اعتماد مشیروں میں گھِرا ہوُا تھا جنہوں نے اُس پر نااہلی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا الزام عائد کیا۔ اِس بناء پر کولمبس اور اُس کے بھائی "بارتھولومیو" دونوں کو زنجیروں میں جکڑ کر سپین واپس لایا گیا۔ اپنی اِس مہم کے دَوران اُس نے "ٹرینیڈاڈ" کو دریافت کر لیا تھا۔ اور "اورینوکو" دریا کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔

کولمبس اپنی مسلسل کوششوں کی وجہ سے دوبارہ بحال کر دیا گیا اور ۱۱ر مئی ۱۵۰۲ء کو وہ اپنے چوتھے اور آخری سفر پر روانہ ہوُا۔ دو سال اس نے ہنڈراس اور "کوسٹاریکا" کی چھان بین میں صرف کئے مگر بے سُود۔

پہلے سفر کے بارہ سال بعد بہت سے نشیب و فراز سے گزرنے، ناانصافیوں کو برداشت کرنے اور شاہ فرڈینینڈ کی وعدہ خلافیوں سے دل برداشتہ ہو کر

اُس نے اپنی ملازمت کو خیرباد کہہ دیا۔ اور ۲۰ مئی ۱۵۰۶ء کو اس دُنیائے فانی کو بھی ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ گیا۔

کولمبس نے سپین کو کبھی بھی اُس واقعہ سے معاف نہ کیا جب اُسے زنجیروں میں جکڑ کر لایا گیا تھا۔ اُس نے وصیّت کی کہ مرنے کے بعد اُسے اُن زنجیروں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ مگر اس کے باوجود سپین کے بہت سے شہر کولمبس کا مدفن بننے کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کولمبس کی نعش کو بہت دفعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ دفنایا گیا۔ سیول (Seville) سے ہیٹی (Haiti) پھر کیوبا (Cuba)۔ (جو اس بات کا دعویدار تھا کہ وہ پہلی نوآبادی تھی جو کولمبس نے دریافت کی) اور پھر ۱۸۹۹ء میں واپس سپین سیول کیتھڈرل میں۔

سپین نے ایک کوشش کی جس سے کولمبس کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ ہو سکتا تھا کہ اس کے بیٹے ڈیگو کو ۱۵۰۹ء میں جزائر ہند کا گورنر جنرل بنا دیا۔

ذرا سُنیئے تو:-

- "آنسوؤں کا دروازہ" باب مندب (بحیرہ قلزم) کو کہتے ہیں۔
- "اُبھرتے ہوئے سورج کی سرزمین" جاپان کو کہتے ہیں
- "آفتِ چین" دریائے ہوانگ ہو کو کہتے ہیں۔
- "امپائر سٹی" نیویارک کو کہتے ہیں۔
- "ازلی شہر" روم (اٹلی) کو کہتے ہیں۔
- "بحیرہ روم کی کنجی" جبرالٹر (جبل الطارق) کو کہتے ہیں۔
- "بازاروں کا شہر" قاہرہ کو کہتے ہیں۔
- "پانچ دریاؤں کی سرزمین" پنجاب کو کہتے ہیں
- "تحفہ نیل" مصر کو کہتے ہیں
- "تاریک براعظم" افریقہ کو کہتے ہیں۔
- "زمردوں کا شہر" آئرلینڈ کو کہتے ہیں
- "سفید ہاتھیوں کی سرزمین" سیام کو کہتے ہیں۔
- "گلابی شہر" جے پور کو کہتے ہیں
- "نیلے پہاڑ" نیلگری کو کہتے ہیں۔
- "موتیوں کا جزیرہ" بحرین کو کہتے ہیں۔
- "مندروں کا شہر" بنارس کو کہتے ہیں۔

(سمیع اللہ بٹ۔ محلہ ذاکر پورہ۔ نارووال)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

مختصر رپورٹ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ

منعقدہ ۱۵-۱۶-۱۷ اخاء/اکتوبر ۱۳۶۱ ہش / ۱۹۸۲ء

مرتبہ: نصیر احمد صاحب قمر مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

خدائے ذوالمنن کا شکر ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا اڑتیسواں سالانہ اجتماع دعاؤں اور ذکر الٰہی کے ماحول میں اپنی مخصوص اور تابندہ روایات کے ساتھ تین روز تک مرکز سلسلہ ربوہ میں منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یہ اجتماع خلافت رابعہ کے بابرکت دور کا پہلا اجتماع تھا۔ اجتماع کے پروگراموں میں سب سے نمایاں امر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے افتتاحی اور اختتامی خطاب تھے ــــ اس اجتماع کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت اجتماع کے دوسرے روز یعنی ۱۶ اکتوبر بروز ہفتہ قبل دو پہر کبڈی کے ایک میچ کے دوران تشریف لا کر خدام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور اسی روز سوا نو بجے شب مجلس سوال و جواب میں رونق افروز ہو کر خدام کو سوالوں کے جوابات سے نوازا۔ اس طرح آپ کے زندگی بخش اور روح پرور کلمات سے جملہ حاضرین کو مستفیض ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حسب سابق اس مرتبہ بھی اجتماع تعلیم الاسلام کالج کے بالمقابل گھوڑ دوڑ کے وسیع میدان میں ہوا۔ اجتماع کے لیے جتنا حصہ مخصوص تھا اس کا کل رقبہ ۶۵,۸۰۰ مربع فٹ تھا جس میں پنڈال، دفاتر، خیمہ جات، بیوت الخلاء وضوء کے لیے انتظام۔ عارضی لنگر، کھیلوں کے میدان اور اسٹال وغیرہ شامل تھے۔ پنڈال کا رقبہ اس مرتبہ پہلے کی نسبت ۱۸×۱۶۲ فٹ بڑھا کر کل رقبہ ۲۱۶×۱۶۲ فٹ کر دیا گیا۔ سارے پنڈال کو "لا الٰہ الا اللہ" کے قطعات اور مسجد بشارت سپین کی خوبصورت تصاویر پر مشتمل جھنڈیوں اور مختلف قسم کے بینرز سے سجایا گیا تھا۔ حسب سابق خدام نے خیمہ جات میں رہائش اختیار کی۔ ربوہ اور بیرونی مجالس کے خدام نے خود ساختہ خیمے بھی لگائے۔ خود ساختہ خیموں کے مقابلہ میں پوزیشن حسب ذیل رہی :-

اوّل :- منظور احمد باجوہ مجلس گولبازار حلقہ باجوہ مارکیٹ ربوہ
دوم :- نعیم الدین پرویز " رحمت غربی "
سوم :- مرزا وسیم احمد " گولبازار "
حوصلہ افزائی :- بدر الزمان شاہد کوئٹہ

● حاضری

اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے اس دفعہ خدام کی حاضری گزشتہ سال کی نسبت بہت زیادہ رہی۔ اسی طرح اختتامی اجلاس میں ۸۰۰۰ خدام، ۴۰۰۰ اطفال اور ۳۰۰۰ کی تعداد میں زائرین نے شرکت کی۔

● پنجگانہ نماز اور نمازِ تہجّد

اجتماع کے ایام میں مقامِ اجتماع میں ہی خدام باجماعت نمازِ تہجّد اور پنجگانہ نماز بالالتزام ادا کرتے رہے۔

● درسِ قرآن مجید و درسِ حدیث

اجتماع کے ایام میں پہلے روز مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں نے آیتِ استخلاف کی تشریح پر مشتمل درسِ قرآن مجید دیا۔ دوسرے روز نمازِ فجر کے بعد مکرم فضل الٰہی صاحب بشیر مبلغِ سلسلہ نے " واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرّقوا " کے موضوع پر اور تیسرے روز مکرم حافظ مظفر احمد صاحب مہتمم تعلیم نے " بلّغ ما اُنزل الیک " کے موضوع پر قرآن مجید کا درس دیا۔

اسی طرح ۱۶ اکتوبر کو مکرم لئیق احمد صاحب طاہر نے " ہمسائے کے حقوق " اور مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف نے " الصلوٰۃ معراج المؤمن " کے موضوع پر درسِ حدیث دیا۔ جبکہ ۱۷ اکتوبر کو مکرم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقامی نے " علم کے آداب " کے موضوع پر درسِ حدیث دیا۔

● درسِ کتب حضرت اقدس و درس از مشعلِ راہ

۱۶ اکتوبر کو مکرم و محترم نصیر احمد صاحب قمر مہتمم تربیت نے کتب حضرت اقدس مسیح موعود سے درس دیا۔ ۱۷ اکتوبر کو مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر معتمد مرکزیہ نے " مشعلِ راہ " سے درس دیا۔

● ذکرِ حبیب

اجتماع کے دوسرے روز بعد دوپہر " ذکرِ حبیب " کے موضوع پر محترم مولانا محمد حسین صاحب صحابی حضرت اقدس ...... اور محترم مجیب الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی نے خدام سے خطاب فرمایا۔ اور سیّدنا حضرت اقدس ...... کی سیرت کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

● تقاریر علمائے سلسلہ

۱۶ اکتوبر کو مکرم چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ نے " سیرتِ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ " کے موضوع پر خدام سے خطاب فرمایا اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبارک زندگی کے کئی ایک ایمان افروز واقعات سنائے۔

اسی طرح ۱۷ر اکتوبر بروز اتوار مکرم سلطان محمود صاحب انور سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ نے "نظام وصیت" کے موضوع پر ایک پُر اثر خطاب فرمایا جس میں آپ نے نظام وصیت کے پس منظر، اس کی غرض و غایت، افادیت، اہمیت اور برکات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ کے بعد مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل نے مسجد بشارت سپین کی بابرکت تقریب کے آنکھوں دیکھے حال پر مشتمل تقریر دلنشین انداز میں فرمائی۔

مجلس شوریٰ

حسب پروگرام اجتماع کے ایام میں مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں ایجنڈا میں درج شدہ تجاویز پر غور کیا گیا۔

خطاب صدر مجلس

مکرم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اجتماع کے آخری روز خدام سے خطاب فرمایا جس میں آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالیہ دورہ یورپ کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات سنائے اور خدام کو محنت اور جانفشانی سے کام کرنے، اپنے وقت کو ضائع نہ کرنے، اپنی زندگیوں کو ہر قسم کے تکلفات سے پاک کرنے اور دعاؤں اور عبادات میں شغف پیدا کرنے کے متعلق خصوصیت سے توجہ دلائی۔

نمائش

مجلس خدام الاحمدیہ کی تاریخ اور مساعی کو تصاویر، چارٹس اور گرافس کے ذریعہ ظاہر کیا گیا۔ نیز دس مجالس کی طرف سے ہاتھ سے بنی ہوئی متعدد اشیاء صنعتی نمائش میں پیش کی گئیں۔ اس نمائش کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں چائے کے وہ تیرہ [۱۳] کپ بھی اس میں رکھے گئے جن کی تاریخی حیثیت اس تحریر سے ظاہر ہے جو اُن کے ساتھ لکھ کر لگائی گئی تھی :-

"ضلع تھرپارکر کے بارہ سائیکلسٹ خدام کا فاسٹ گروپ (FAST GROOP) مکرم محمد عرفان صاحب امیر قافلہ کی سرکردگی میں سالانہ اجتماع ۱۹۸۲ء میں شمولیت کے لئے ضلع نواب شاہ سے گزر رہا تھا۔ انہوں نے وہاں ایک ہوٹل میں چائے پی۔ جب ہوٹل والوں کو یہ علم ہوا کہ یہ احمدی خدام ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہمارے برتن ناپاک ہوگئے ہیں۔ آپ انہیں لے جائیں اور ان کی قیمت مبلغ -/۲۰۰ روپے ادا کریں۔ چنانچہ ان خدام نے دو صد روپے ادا کرکے یہ کپ حاصل کئے۔"

جن دس مجالس کے خدام نے صنعتی نمائش میں حصہ لیا ان میں اعزاز حاصل کرنے والے خدام کو سالانہ اجتماع کے موقعہ پر انعامات دیئے گئے۔ اسماء درج ذیل ہیں :-

اوّل :- مکرم وحید احمد صاحب دوالمیال ضلع جہلم

دوم :۔ مکرم صدیق احمد صاحب تر گڑی ضلع گوجرانوالہ

سوم :۔ " نصیر احمد طاہر صاحب بڈوملہی ضلع سیالکوٹ

علمی مقابلہ جات

خدام میں علمی ذوق و شوق بڑھانے اور علمی استعدادوں کو اُجاگر کرنے کے لئے فاستبقوا الخیرات کی رُوح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مختلف علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔ نتائج درجِ ذیل ہیں :۔

• مقابلہ حفظِ قرآن (غیر حُفّاظ)

اوّل :۔ محمود احمد شاد ربوہ

دوم :۔ غلام سرور طاہر شیخوپورہ

سوم :۔ ملک محمود احمد ربوہ

• مقابلہ حفظِ قرآن (حُفّاظ)

اوّل :۔ حافظ عارف اللہ ربوہ

• مقابلہ تلاوتِ قرآن مجید

اوّل :۔ قاضی محمد اشرف لاہور

دوم :۔ محمود احمد شاد ربوہ

سوم :۔ چوہدری ظفر اللہ لاہور

• مقابلہ مطالعہ کتب

معیار اوّل۔ اوّل :۔ حمید اللہ شیخوپورہ

معیار دوم۔ اوّل :۔ ناصر احمد فیصل آباد

دوم :۔ محمد سلیم شاہد لاہور

دوم :۔ امتیاز حسین کراچی

سوم :۔ نعیم اللہ ساہیوال

معیار سوم۔ اوّل :۔ شفقت علی چک ۳۱۲ ج۔ب

دوم :۔ منوّر احمد ربوہ

سوم :۔ اسد ظہور

• مقابلہ ترجمہ قرآن مجید

معیار اوّل۔ اوّل :۔ فہیم احمد خالد ربوہ

دوم :۔ عبد السلام ارشد اوکاڑہ

سوم :۔ عبد الرشید طاہر ربوہ

معیار دوم۔ اوّل :۔ محمد عثمان شاہد ربوہ

دوم :۔ ناصر احمد فیصل آباد

سوم :۔ نصیر احمد انجم ربوہ

معیار سوم۔ اوّل :۔ لطف الرحمٰن ربوہ

دوم :۔ سعید الرحمٰن ربوہ

سوم :۔ اکبر احمد لاہور

• مقابلہ مطالعہ حدیث

معیار اوّل۔ اوّل :۔ عبد المنان فیاض اسلام آباد

دوم :۔ حمید اللہ کوثر شیخوپورہ

سوم :۔ محمد ثناء اللہ "

معیار دوم۔ اوّل :۔ محمد محمود رانا ساہیوال

دوم :۔ ناصر احمد فیصل اباد

سوم :۔ محمد عثمان ربوہ

معیارِ سوم۔ اوّل :۔ حفیظ احمد ربوہ

مقابلہ حفظِ نظم

اوّل :۔ منوّر احمد ربوہ

دوم :۔ حمید اللہ کوثر شیخوپورہ

سوم :۔ محمد حمید الحق لاہور

مقابلہ تقریر

معیارِ خاص۔ اوّل :۔ محمد محمود رانا نمائندہ علاقہ ملتان

دوم :۔ چوہدری ندیم احمد ، ضلع کراچی

سوم :۔ عبد الحلیم احمد ، ربوہ

معیارِ اوّل۔ اوّل :۔ عبد المنان فیاض اسلام آباد

دوم :۔ مظفر احمد درانی ربوہ

سوم :۔ حمید اللہ کوثر شیخوپورہ

معیارِ دوم۔ اوّل :۔ نصر اللہ احمدی ربوہ

دوم :۔ ناصر احمد قمر ربوہ

سوم :۔ ملک محمود احمد ربوہ

معیارِ سوم۔ اوّل :۔ عبد الحلیم کراچی

دوم :۔ ظفر اللہ خان کھاریاں

سوم :۔ حامد علی

مقابلہ مضمون نویسی بعنوان "مسجد بشارت اسپین"

اوّل :۔ لطیف احمد جاوید اسلام آباد

حوصلہ افزائی :۔ محمد محمود رانا ساہیوال

" :۔ آفتاب احمد جمال کوئٹہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِس مقابلہ میں اوّل آنے والے خوش قسمت خادم کو اپنے دستِ مبارک سے مسجد بشارت سپین کا ماڈل عطا فرمایا۔

مقابلہ مقالہ نویسی۔ خصوصی انعام

دوم انعام :۔ مبارک احمد بسرا ربوہ ۵۰۰/- روپے

حوصلہ افزائی :۔ محمد نصر اللہ (ڈسکہ)۔ غلام مصطفیٰ جنجوعہ

مقابلہ اذان

اوّل :۔ مظفر احمد

دوم :۔ نصر اللہ احمدی ربوہ

سوم :۔ چوہدری ظفر اللہ لاہور

" :۔ مجید اللہ ربوہ

مقابلہ معلوماتِ عامّہ

معیارِ اوّل۔ اوّل :۔ عبد المنان فیاض اسلام آباد

دوم :۔ محمد ثناء اللہ شیخوپورہ

دوم :۔ حمید اللہ "

معیارِ دوم۔ اوّل :۔ ناصر احمد فیصل آباد

دوم :۔ آصف عمر اسلام آباد

معیارِ سوم۔ اوّل :۔ مجید اللہ ربوہ

دوم :۔ منوّر احمد ربوہ

مقابلہ مشاہدہ و معائنہ

اوّل :۔ ظہور احمد راولپنڈی

دوم :- احسان اللہ گوجرخان

سوم :- طارق منصور لاہور

- **مقابلہ مضمون نویسی** (بر موقعہ سالانہ اجتماع)

اوّل :- عبدالمنان فیاض اسلام آباد

دوم :- محمد ثناء اللہ شیخوپورہ

سوم :- رفیع احمد طاہر سانگلہ ہل

- **مقابلہ نظم خوانی**

اوّل :- نصیر احمد طاہر کراچی

دوم :- محمود احمد شاد ربوہ

سوم :- محمد امجد عارف سرگودھا

- **مقابلہ پیغام رسانی**

اوّل ٹیم :- کیپٹن نعیم احمد شیخوپورہ

دوم " :- " مدثر احمد بہاولپور

سوم " :- " محمد عثمان شاہد ربوہ

- **انعام الخادم الامثل**

عبدالمنان فیاض اسلام آباد

یہ علمی مقابلہ جات میں سب سے زیادہ انعامات حاصل کرنے والے خادم کو دیا گیا۔

ورزشی مقابلہ جات

خدامِ احمدیت کی جسمانی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کیلئے امسال بھی دورانِ اجتماع مختلف ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ جن کے نتائج حسب ذیل ہے۔

اجتماعی مقابلہ جات

- **کبڈی** - اوّل :- ملتان

دوم :- حیدرآباد

- **فٹ بال** - اوّل :- محمود بلاک ربوہ

دوم :- ناصر بلاک ربوہ

- **والی بال** - اوّل :- ربوہ

دوم :- لاہور

- **رسہ کشی** - اوّل :- ملتان

دوم :- حیدرآباد

- **رسہ کشی مابین قائدین اضلاع**

اوّل :- کیپٹن ٹیم شمیم پرویز صاحب قائد ضلع جھنگ

دوم :- کیپٹن ٹیم شیخ محمد انور صاحب قائد علاقہ ملتان

انفرادی مقابلہ جات

- **دوڑ سو میٹر** - اوّل :- عمر فاروق یحییٰ ربوہ

دوم :- امان اللہ چنڈ بھروانہ

- **دوڑ ۴۰۰ میٹر** - اوّل :- نعیم احمد ربوہ

دوم :- نثار احمد ربوہ

- **دوڑ ایک میل** - اوّل :- نصیر احمد ربوہ

دوم :- نذیر احمد 5/4/3 E.B وہاڑی

- **لمبی چھلانگ**

اوّل :- عمر فاروق یحییٰ ربوہ

دوم :- داؤد احمد ؟

• **اونچی چھلانگ** ۔ اوّل :۔ منوّر احمد

اوّل :۔ عمر فاروق یحییٰ ربوہ

دوم :۔ کلیم اللہ بابر ربوہ

• **گولہ پھینکنا** ۔ اوّل :۔ مرزا حبیب الدین ربوہ

دوم :۔ مرید احمد ربوہ

• **نیزہ پھینکنا** ۔ اوّل :۔ وقار احمد ۔ ۹۰ جنوبی سرگودھا

دوم :۔ مرید احمد ربوہ

• **تھالی پھینکنا** ۔ اوّل :۔ مرزا حبیب الدین ۔ ربوہ

دوم :۔ مرید احمد ربوہ

• **وزن اٹھانا** ۔ اوّل :۔ طاہر باسط بٹ ۔ گوجرانوالہ

دوم :۔ فخر الحق ورک ۔ سیالکوٹ

• **کلائی پکڑنا** ۔ اوّل :۔ برکت علی رحیم یارخان

دوم :۔ مبشر احمد ساہیوال

• سائیکل سوار

امسال بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ تحریک "سائیکل سفر" پر لبیک کہتے ہوئے خدام احمدیت دُور و نزدیک سے سائیکلوں پر سوار ہو کر اجتماع میں شمولیت کی غرض سے مرکزِ سلسلہ میں پہنچے ۔ سائیکلسٹ خدام کی ضلع وار تعداد حسب ذیل ہے :۔

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
ضلع تھرپارکر	۲۵	ضلع نواب شاہ	۱۲
″ سانگھڑ	۱۳	″ کراچی	۱۲
″ مظفر گڑھ	۲۳	″ گجرات	۴۰
″ بدین	۹	″ سیالکوٹ	۹۸

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
ضلع اسلام آباد	۱۵	ضلع فیصل آباد	۱۴۲
″ ٹوبہ ٹیک سنگھ	۲۳	″ ساہیوال	۳
″ سرگودھا	۱۰۷	″ راولپنڈی	۱۵
″ پشاور	۸	″ بہاولنگر	۱۲
″ حیدرآباد	۱	″ جہلم	۱۹
″ خیرپور	۲	″ خوشاب	۱۲
″ کوہاٹ	۲	″ اوکاڑہ	۲۳
″ کوئٹہ	۲	″ وہاڑی	۷
″ میانوالی	۱۱	″ ملتان	۲۰
″ قصور	۹	″ جھنگ	۴۵
″ بہاولپور	۲۲	″ لاہور	۲۰۰
″ ڈیرہ غازیخان	۴	″ گوجرانوالہ	۱۱۳
″ شیخوپورہ	۱۰۹		

اختتامی تقریب

اجتماع کی اختتامی تقریب کا آغاز ۱۷ اکتوبر کی سہ پہر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی مقامِ اجتماع میں تشریف آوری اور کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد تلاوتِ کلامِ پاک سے ہُوا ۔ عہد اور نظم کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقابلوں میں امتیاز حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم فرمائے ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دَوران سال جملہ مجالس اطفال الاحمدیہ میں کارکردگی کے لحاظ سے اوّل آنے والی مجلس ربوہ کو عَلَمِ انعامی عطا فرمایا جبکہ مجلس اورنگی ٹاؤن (کراچی)، اور مجلس قمر آباد (نواب شاہ) کو

بالترتیب دوم وسوم آنے پر سندات خوشنودی سے نوازا۔ اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے جملہ قیادت ہائے اضلاع میں سے کارکردگی کے لحاظ سے اوّل قرار پانے والے ضلع کراچی کو انعامی شیلڈ عطا فرمائی۔ اور ضلع نواب شاہ اور ضلع لاہور کو بالترتیب دوم اور سوم آنے پر سندات مرحمت فرمائیں۔

تقسیم انعامات کے بعد اور خطاب سے قبل حضور ایدہ اللہ نے اپنی جانب سے ایک احمدی خادم کو خصوصی انعام سے بھی نوازا جس کی تفصیل حضور ایدہ اللہ نے یوں بیان فرمائی :-

"حیدر آباد ڈویژن کی کبڈی کی ٹیم کے ایک نوجوان کھلاڑی تھے جن سے ریفری نے پوچھا تھا کہ تمہیں ہاتھ لگا ہے یا نہیں؟ اور انہوں نے بتایا تھا کہ ہاں مجھے ہاتھ لگا ہے۔ وہ کہاں ہیں؟ یہاں بیٹھے ہوتے ہیں تو سٹیج پر آجائیں ..... جب تک وہ سٹیج پر آتے ہیں میں وجہ بتا دیتا ہوں کہ میں ان کو کیوں بُلا رہا ہوں۔

کبڈی کے میچ کا ویسے تو بڑا لطف آرہا تھا لیکن وہاں اخلاقی امتحان کا ایک ایسا میچ ہوا کہ مجھے ایسا مزہ آیا کہ میں کبڈی کا دوسرا سارا مزہ بھول گیا۔ ہمارے ربوہ کا ایک کھلاڑی آیا حیدر آباد ڈویژن کی طرف اور اُس وقت برابر کے پوائنٹس چل رہے تھے۔ ایک دو پوائنٹس سے بھی پانسہ پلٹ سکتا تھا۔ اس نے ہاتھ لگانے کی کوشش کی۔ ایک لڑکے کو بہت خفیف سا ہاتھ لگا میں نے محسوس کیا کہ ہاتھ لگ گیا ہے لیکن مشکوک تھا۔ اتنے میں ایک اَور آدمی نے اُسے پکڑ لیا۔ اُس نے کہا میرا ہاتھ لگ گیا تھا دوسرے کو۔ ساری ٹیم کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ بالکل گپ مار رہا ہے۔ کوئی ہاتھ نہیں لگا۔ ریفری نے بھی بڑے متردّد رنگ میں فرضاً اس نوجوان سے پوچھا کہ تمہیں ہاتھ لگا تھا؟ اُس نے بڑی جرأت سے کہا۔ ہاں لگا تھا۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ ہمارے اصل مقابلے اخلاقی میدان کے مقابلے ہیں کھیل کے میدان میں انہی کی تربیت دی جاتی ہے۔ ..... ان کو میں اپنی طرف سے انعام دینا چاہتا ہوں ..... صرف اس بات کو نمایاں کرنے کے لئے میں انعام دے رہا ہوں کہ ہمارے اصل مقابلے رُوحانی اور اخلاقی میدان کے مقابلے ہیں اور کھیلوں میں بھی ہمیشہ اس چیز کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔"

اسی دوران حیدر آباد ٹیم کے خادم سٹیج پر پہنچ گئے تو حضور نے کمال شفقت و محبت کے ساتھ اس خادم کو شرف مصافحہ و معانقہ سے نوازا اور اسکی گردن پر بوسہ دیا اور اپنی جانب سے نقد انعام بھی عطا فرمایا۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے اپنا اختتامی خطاب شروع فرمایا (حضور کا یہ خطاب اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں) خطاب کے بعد حضور ایدہ اللہ نے پُرسوز اجتماعی دعا کروائی اور دُعاؤں کے ساتھ خدام کا یہ اجتماع اختتام کو پہنچا۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

وقفِ جدید کی عظیم الشان تحریک

۱۵ر جنوری ۱۹۸۳ء سے حسبِ سابق وقفِ جدید کی سہ ماہی تربیتی کلاس شروع کی جارہی ہے
"ہر جماعت کا ایک یا ایک سے زائد فرد جو کچھ لکھا پڑھا ہو اپنے آپ کو پیش کرے۔"
(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت مصلح موعودؓ نے وقفِ جدید کی مبارک تحریک اللہ تعالیٰ کے منشاء سے رُشد و اصلاح کے کام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے جاری فرمائی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

"اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایک مربی ایک ضلع میں مقرر ہوگیا اور وہ دَورہ کرتا ہؤا ہر ایک جگہ گھنٹہ دو گھنٹہ ٹھہرتا ہؤا سارے ضلع میں پھر گیا۔
اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ ہمارے مربی کو ہر گھر اور ہر جھونپڑی تک پہنچنا پڑے گا۔ اور یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب میری اِس نئی سکیم پر عمل کیا جائے اور تمام پنجاب میں بلکہ کراچی سے لے کر پشاور تک ہر جگہ ایسے آدمی مقرر کر دیئے جائیں جو اس علاقہ کے اندر رہیں اور ایسے مفید کام کریں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں۔ وہ انہیں پڑھائیں بھی اور رُشد و اصلاح کا کام بھی کریں ...... اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ر فروری ۱۹۵۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقفِ جدید کے کام میں مزید وسعت پیدا کرنے کے لئے رضا کار واقفین تیار کرنے کے لئے سہ ماہی تربیتی کلاسوں کی سکیم کا اجراء فرمایا۔ اور وقفِ جدید پر ذمہ داری ڈالی کہ سہ ماہی تربیتی کلاسوں کے انعقاد کا انتظام کیا جائے۔ اور جماعتوں کو ہدایت فرمائی کہ ہر جماعت اِس کلاس میں اپنے نمائندے بھجوائے۔ اِس سلسلہ میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

"ہر جماعت کا ایک یا ایک سے زائد فرد جو کچھ لکھا پڑھا ہو اپنے آپ کو پیش کرے ...
.... ایسے واقفین رضا کار تین مہینے کے لئے یہاں آئیں اور تین مہینہ کا ایک کورس کر کے واپس چلے جائیں۔ پھر دوبارہ تین مہینہ کے لئے آئیں اور ایک اَور کورس کر لیں اور اِس طرح

ہم اُن کو کم از کم اِس معیار پر لے آئیں جس معیار پر آج وقفِ جدید کا معلّم پہنچا ہوا ہے۔ اگر بعض جماعتیں چھوٹی ہیں تو ان کے گرد جو بڑی جماعتیں ہیں وہ ایک سے زائد آدمی دیں ۔"

(الفضل ۲۸ فروری ۱۹۷۶ء)

اِس تحریک کی اوّلین مخاطب ایسی جماعتیں ہیں جو تربیت کی زیادہ محتاج ہیں اور معلّمین کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اِس کلاس میں شامل ہونے والے طلباء کے لئے ضروری ہے کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ اپنی اپنی جماعتوں میں واپس جا کر رضا کارانہ طور پر تعلیم و تربیت کا کام کریں۔ کلاس میں شامل ہونے کے لئے عمر اور تعلیم کا کوئی خاص معیار مقرر نہیں ہے البتہ صحت ٹھیک ہونی چاہیئے اور کچھ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور تبلیغ کا خاص شوق اور جذبہ و ملکہ رکھنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حسبِ سابق دفتر وقفِ جدید ۱۵ جنوری ۱۹۸۳ء سے سہ ماہی کلاس کا انتظام کر رہا ہے۔ دورانِ تعلیم طلباء کے قیام و طعام کا انتظام مرکز کرے گا صرف بستر اپنے ہمراہ لانا ہوگا۔ کلاس میں شامل ہونے والے اپنی درخواستیں مع کوائف۔ نام۔ ولدیت۔ تاریخ بیعت۔ عمر تعلیم ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء تک دفتر وقفِ جدید میں بھجوا دیں۔ درخواست پر مقامی جماعت کے صدر کی تصدیق ضروری ہے۔

جملہ امراء اضلاع۔ صدر صاحبان۔ مربیانِ سلسلہ عالیہ احمدیہ و ناظمینِ انصار اللہ اور قائدین خدام الاحمدیہ سے درخواست ہے کہ حضور کی اِس الٰہی سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے احبابِ جماعت کو تحریک فرمائیں۔

"سکواش ریکٹس"

تاثیر احمد خان کے قلم سے

سنا آپ نے پاکستان کے اٹھارہ سالہ جہانگیر خان نے برٹش اوپن سکواش چیمپئن شپ جیت لی۔ پاکستان کے اس جواں ہمت نوجوان نے اپنے اجداد کی طرح پھر اپنے پیارے ملک کے نام کو سکواش کے کھیل میں چار چاند لگا دیئے۔ سکواش ریکٹس (Squash Rackets) جسے عموماً صرف سکواش بھی کہا جاتا ہے کی ابتداء انیسویں صدی کے وسط میں ہیرو کی درسگاہ (Harrow school) سے ہوئی۔ سکواش باریک تاروں سے بنے ہوئے ریکٹ اور نرم ربڑ کے ایک گیند سے چار دیواری کورٹ کے اندر کھیلی جاتی ہے۔ سکواش دراصل ریکٹس (Rackets game) کے کھیل سے ماخوذ ہے۔ ہیرو سکول میں جو طلبا کسی وجہ سے ریکٹس کورٹ میں نہیں جا سکتے تھے وہ نرم ربڑ کے گیند کو بار بار دیوار کے ساتھ مار مار کر ورزش کر لیا کرتے تھے۔ قوانین وہی ہوتے جو ریکٹس کے کھیل میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۸۹۰ء میں کھیلوں پر شائع ہونے والے برطانوی رسالے (بیڈمنٹن لائبریری) میں ای۔ او پلیڈیل۔ بوار ی لکھتے ہیں:۔

"تقریباً تمام رہائشی درسگاہوں میں ریکٹس سے مماثل ایک کھیل بہت مقبول ہو گئی ہے جو ایک نرم ربڑ (Indian rubber) کے گیند سے کھیلی جاتی ہے"

انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں سکواش درسگاہوں سے باہر بھی مقبول ہونے لگی۔ ذاتی کورٹس بنائی جانے لگی اور صدی کے بدلتے ہی باتھ کوئنز اور میری لیبون کرکٹ کلب وغیرہ میں کلب کورٹس وجود میں آگئیں ابھی پہلی جنگِ عظیم کی ابتداء نہیں ہوئی تھی کہ سکواش کی شہرت بڑی تیزی سے پھیلنے لگی اور بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں اس نے یہ درجہ حاصل کر لیا کہ لوگ سکواش کے سرچشمہ کھیل ریکٹس کو بھولنے لگے۔ کلبوں، کالجوں، سکولوں اور تفریحی مقامات پر کورٹس بن گئیں، قوانین مرتب کئے گئے، انگلش نیشنل ایسوسی ایشن وجود میں آئی اور کورٹ کی پیمائشوں کو باضابطہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں گیند اور ریکٹ کی حالت کو سدھارا گیا۔ کئی بین الاقوامی مقابلوں کا انعقاد ہوا۔ مثلاً ۱۹۲۰ء میں

پروفیشنل چیمپئن شپ، ۱۹۲۲ء میں امیچور چیمپئن شپ،
اسی طرح ۱۹۳۰ء میں اوپن چیمپئن شپ نے سکواش کی
شہرت کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ جب سکواش نے
امریکی قوم کے دل بھی موہ لیے تو ۱۹۲۴ء میں ایک برطانوی
ٹیم کو وہاں بھیج کر یونائیٹڈ اسٹیٹس سے بین الاقوامی مقابلوں
کا آغاز ہوا۔ دونوں ٹیموں کے گیندوں اور کورٹس کی
پیمائشوں کے اختلاف کے باوجود برطانوی ٹیم کے ایک ممبر
کیپٹن ہیرالڈ رابرٹ نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا تاج
سکواش جیت لیا۔ اسی طرح ۱۹۳۳ء میں امریکہ سے
عورتوں کے لئے عالمی ولف۔ نوئیل کپ (World
Wolfe-Noel Cup) کا آغاز کیا گیا۔

ابتداء میں امریکہ میں کھیلی جانے والی کھیل دراصل
سکواش ٹینس (Squash Tennis) تھی جس
میں لان ٹینس کا گیند اور ریکٹ استعمال کیا جاتا تھا۔
بعد ازاں ۱۹۱۵ء کے لگ بھگ نرم انڈین ربڑ، گیند
اور نسبتاً گول سر والا۔ چھوٹا، ہلکا اور کھوکھلے ہینڈل
والا ریکٹ استعمال کیا جانے لگا۔ صرف فلاڈلفیا میں
اصلی سکواش ریکٹس کھیلی جاتی تھی۔ روز و شب کی گردش
کے ساتھ ساتھ سکواش ٹینس گاہے گاہے غائب ہو گئی اور
اس کی جگہ سکواش ریکٹس نے لے لی۔

ادھر انگلستان سے سکواش ریکٹس تمام سلطنت
برطانیہ میں پھیل گئی۔ ۱۹۲۰ء میں تھائی لینڈ کے شاہ نے
بنکاک میں ایک اخباری نمائندہ سے بات کرتے ہوئے
کہا: "Squash is nothing
less than a god
send to a country
like siam."

کہ سکواش اُس (مہربان) دیوتا سے
کم نہیں جسے سیام جیسے ملک میں نازل
کیا گیا ہو۔

آج سکواش ۵۰ سے زائد ملکوں میں کھیلی جاتی ہے جن
میں فرانس، آسٹریلیا، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، بلجیم،
ہالینڈ، میکسیکو، برطانیہ، پاکستان، امریکہ، انڈیا،
تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، کینیا، نیوزی لینڈ وغیرہ
قابل ذکر ہیں۔ سکواش کے کھیل کو مرتب اور با اصول
رکھنے کے لئے انٹرنیشنل سکواش ریکٹس فیڈریشن قائم
کی گئی ہے۔ یہ نہ صرف کھیل کو فروغ دینے میں مدد دیتی
ہے بلکہ مختلف ممالک کے درمیان مقابلوں اور چیمپئن
شپس کو منظم کرتی ہے۔

ریکٹ، گیند اور کورٹ

سکواش ریکٹ، ریکٹس ریکٹ سے ملتا جلتا ہے
(بظاہر یہ ٹینس ریکٹ جیسا ہوتا ہے) لیکن اس کا ہینڈل
چھوٹا اور یونائیٹڈ اسٹیٹس ریکٹ برطانوی ریکٹ کی
نسبت بھاری ہوتا ہے۔ گیند ربڑ یا ایک نباتاتی مرکب
بیوٹائل (Butyl) کا بنا ہوتا ہے۔ یو۔ ایس۔ اے
میں استعمال ہونے والا گیند نسبتاً بڑا اور تیز رفتار ہوتا ہے۔
معیاری برطانوی کورٹ چار دیواروں سے
گھری کمرہ نما ہوتی ہے جس کی دیواریں لکڑی یا کسی
خاص مرکب سے بنی ہوتی ہیں جن کو ڈھانپا یا ننگا کیا

جا سکتا ہے۔ برطانوی کورٹ (جسے انٹرنیشنل کورٹ مانا جاتا ہے) کی پیمائشیں اور نشانات مندرجہ ذیل ہیں:۔

Coart diagram.
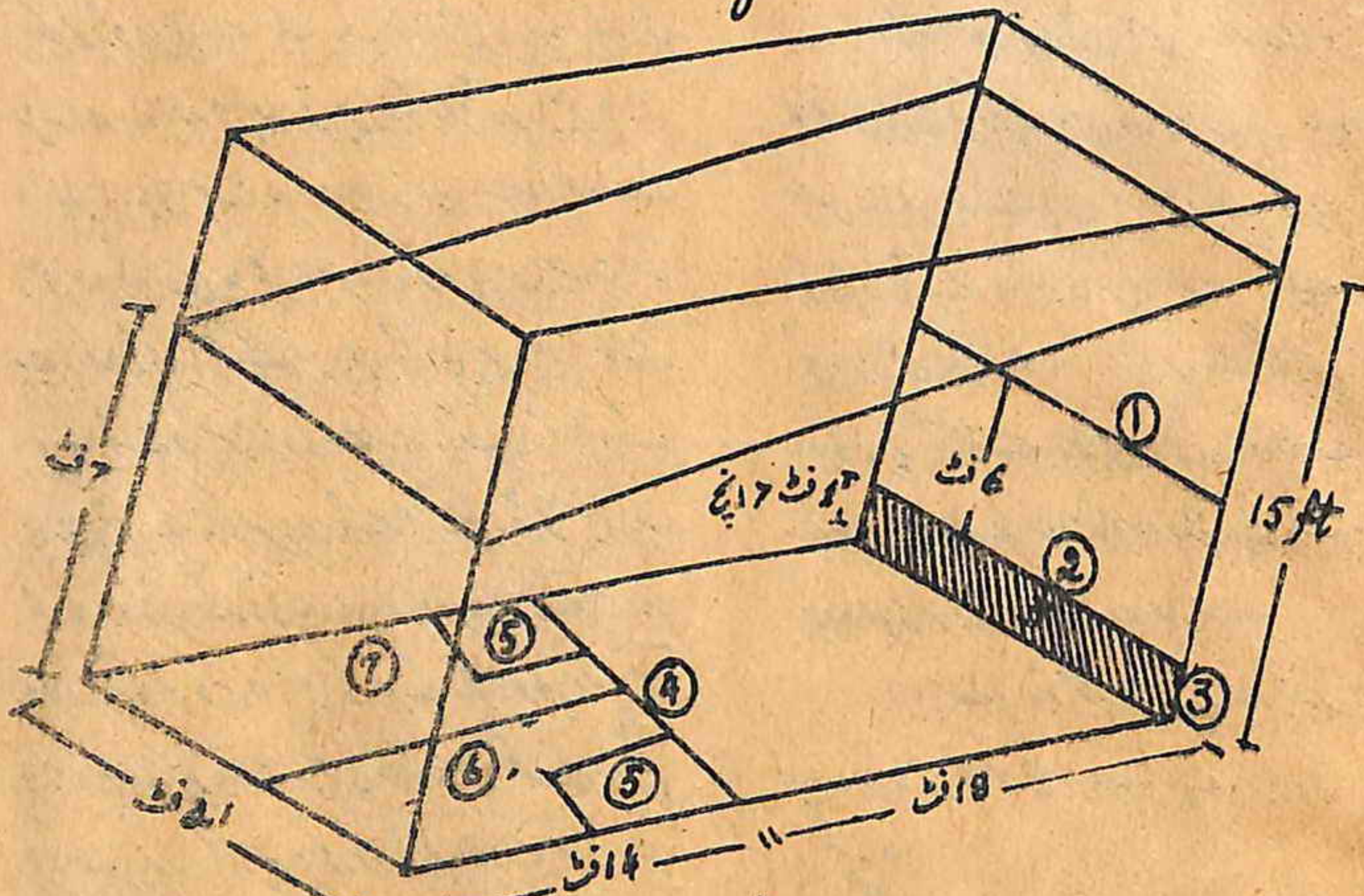
بورڈ یا ٹیل ٹیل (Tell Tale) خاص صدا انگیز
دھات کی پٹی ہوتی ہے۔ جب سامنے کی دیوار کے "کھیل
سے باہر" حصہ (بورڈ) کو گیند ٹکراتی ہے تو یہ نمایاں مختلف
آواز پیدا کرتی ہے۔ معیاری امریکن کورٹ نمایاں طور پر
تنگ ہوتی ہے جو کہ صرف 5.6 میٹر (18 فٹ اور 6 انچ)
چوڑی ہوتی ہے اسی طرح کئی دوسری پیمائشیں بھی مختلف
ہوتی ہیں۔ ڈبلز کورٹ (25 فٹ) 7.6 م × (45 فٹ)
13.7م ہوتی ہے۔

کھیل سکواش تقریباً ریکٹس کے قوانین پر کھیلی جاتی
ہے۔ اس میں دو یا چار کھلاڑی (ڈبلز) کھیل سکتے ہیں۔
کھلاڑی کو گیند زمین پر پہنچنے سے پہلے یا پہلے باؤنس
کے بعد اپنے ریکٹ سے اٹھانا ہوتا ہے تاکہ گیند سامنے
کی دیوار سے Play line (یا سروس کی صورت
میں سروس لائن) سے اوپر ٹکرائے اور واپس کورٹ
میں آجائے۔ یہ سلسلہ باری باری اس وقت تک چلتا رہتا
ہے جب تک کوئی کھلاڑی گیند کو مناسب طور پر نہ کھیل
سکے اور سٹروک کھیلنے میں ناکام رہے۔ گیند کو کورٹ سے
نہ تو باہر جانا چاہیئے (گیلری میں یا کورٹ کی چھت پر) اور
نہ ہی کھلاڑی کے کپڑوں یا خود کھلاڑی کو چھونا چاہیئے۔
کھیل اس وقت اپنے جوبن پر ہوتا ہے جب کھلاڑی گیند
کو زیادہ سختی سے، تیزی سے اور نیچا مارتے ہیں سکواش میں
half-volleying، cutting
angled، drop shot، volleying

Strokes بڑے خوبصورت سٹروک ہیں۔

چار دستی کھیل (Doubles) میں کھلاڑیوں کے جوڑوں میں سے ایک ایک کھلاڑی کورٹ کے دائیں طرف والے حصہ میں ہوتے ہیں جبکہ باقی دو بائیں طرف والے ہیں۔ پوائنٹ صرف ہینڈ ان (Hand in یعنی وہ کھلاڑی یا ٹیم جو سروس کر رہا ہو) جیت سکتا ہے۔ کھلاڑی یا ٹیم جسے سروس اُٹھانی ہو (ہینڈ آؤٹ) کو پوائنٹ حاصل کرنے سے پہلے ایک زائد سٹروک جیتنا پڑتا ہے تاکہ سروس اُسے مل سکے۔ ڈبلز میں ایک ٹیم کے دونوں کھلاڑی باری باری سروس کرتے ہیں اور مخالف ٹیم کو سروس حاصل کرنے کے لئے دونوں سروس کو ناکام بنانا پڑتا ہے۔ گیم کی ابتداء میں کھلاڑی یا ٹیم کو صرف ایک ایک سروس کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

سروس کرانا (Serving The ball)

سروس کنندہ جس کا کم از کم ایک پاؤں سروس باکس کے اندر ہوتا ہے ٹینس کی طرح سروس کرواتا ہے لیکن اسے سامنے کی دیوار پر سروس لائن سے اُوپر براہِ راست اس طرح سے لگنا چاہیئے کہ گیند واپس آ کر مخالف سمت کی سروس کورٹ میں براہِ راست اطراف کی دیواروں سے لگ کر یا پچھلی دیوار سے ٹکرانے کے بعد گرے۔ غلط سروس (Fault Service) مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوگی۔ اگر۔

(۱) سامنے کی دیوار سے سروس لائن سے نیچے ٹکرائے۔

(۲) دیوار سے ٹکرانے کے بعد شارٹ لائن سے باہر فرش کو چھُولے۔

(۳) غلط سروس کورٹ میں گرے یعنی جس سروس کورٹ سے سروس کی گئی ہو اُسی میں آگرے۔

اگر مخالف کھلاڑی پہلی غلط سروس کو اُٹھانے کا فیصلہ کرلے تو اُس سروس کو درست مان لیا جاتا ہے اور کھیل جاری رہتا ہے ورنہ سروس کنندہ کو دوبارہ سروس کرنی پڑتی ہے۔ دوسری مرتبہ غلط سروس کرنے سے سروس اُس سے چھن جاتی ہے۔ سروس سے گیند بورڈ پر جا ٹکرائے یا دیوار پر پہنچنے سے پہلے ہی فرش پر گر جائے یا کورٹ سے باہر چلی جائے غلط شمار کی جاتی ہے اور سروس کنندہ کو دوسری سروس کا موقع دیا جاتا ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا میں صرف ایک سروس کا موقع دیا جاتا ہے۔

پوائنٹس

انگلش قوانین (جنہیں بین الاقوامی ہونے کا درجہ حاصل ہے) میں صرف ہینڈ ان پوائنٹ جیت سکتا ہے۔ ہر گیم ۹ پوائنٹس کی ہوتی ہے لیکن اگر پوائنٹس آٹھ سے برابر ہو جائیں تو ہینڈ آؤٹ کو دو پوائنٹس کا مزید موقع دیا جاتا ہے جس سے کھیل دس پوائنٹس کا ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف یونائیٹڈ اسٹیٹس میں گیم ۱۵ پوائنٹس کی ہوتی ہے اور ہر سٹروک جیتنے پر ایک پوائنٹ بڑھ جاتا ہے بلا لحاظ اس کے کہ سروس کس کھلاڑی نے کی: اگر پوائنٹس تیرہ ۱۳ سے برابر ہو جائیں تو ہینڈ آؤٹ کو ۵ یا ۳ پوائنٹس کا موقع دیا جاتا ہے جس سے گیم ۱۸ یا ۱۶

پوائنٹس کی ہو جاتی ہے۔ امریکی قوانین کے تحت اگر ہینڈ آؤٹ چاہے تو گیم ۱۵ پوائنٹس پر بھی ختم ہو سکتی ہے۔ کینیڈا اور امریکہ میں ایک Rubber (مکمل کھیل) پانچ گیمز کا ہوتا ہے جس میں سے کم از کم تین گیمز جیتنا ضروری ہوتی ہیں۔

کھیل کا سلسلہ

اگر سروس اُٹھانے والا کھلاڑی گیند کو صحیح طور پر کھیل دے تو باری باری سٹروکس کا ایک سلسلہ (Rally) شروع ہو جاتا ہے بصورت دیگر اگر وہ سٹروک کھیلنے میں ناکام رہے یا سروس ہی نہ اُٹھا سکے تو سروس کنندہ کو ایک پوائنٹ مل جاتا ہے اور جو کھلاڑی پہلے ۹ پوائنٹس بنا لے وہ گیم جیت جاتا ہے۔ سروس حاصل کرنے کے لئے ہینڈ آؤٹ کو ایک زائد سٹروک جیتنا پڑتا ہے۔ بعد ازاں ہر سٹروک کے جیتنے پر ایک پوائنٹ بڑھتا ہے۔

لیٹس "Lets"

کھیل کے دوران ہر کھلاڑی کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے حریف کو سٹروک کھیلنے کا پورا موقع دے اور اُسے مکمل جگہ دے لیکن ایسا کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ خاص طور پر ڈبلز میں تو یہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔

سکواش کے قوانین میں بڑی احتیاط سے "Lets" کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جب ایک کھلاڑی یہ سمجھتا ہے کہ اُسے دوسرے کھلاڑی کی طرف سے سٹروک کھیلنے کے لئے جگہ نہیں ملی تو وہ ریفری سے "Let" کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر ریفری یہ سمجھے کہ کھلاڑی کا دعویٰ درست ہے تو ریلی (Rally) دوبارہ شروع ہو جاتی ہے۔ سروس کنندہ دوبارہ سروس کرواتا ہے اور دونوں میں اس پوائنٹ کے لئے دوبارہ جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

وہ کھلاڑی یا ٹیم جو ایک گیم کے اختتام پر سروس کر رہی ہوتی ہے اگلی گیم کے آغاز پر بھی وہ ہی سروس کرتی ہے (یعنی وہ کھلاڑی یا ٹیم جو ایک گیم جیت جائے اگلی گیم میں سروس کا پہلا حق بھی اُسی کا ہوتا ہے) سنگلز مقابلوں میں عموماً پانچ گیمیں اور ڈبلز میں سات ہوتی ہیں۔

کھلاڑی و ریکارڈ

سکواش وہ کھیل ہے جس میں پاکستان کا نام اُس کے سپوتوں کی کاوش سے ہمیشہ بلند رہا ہے۔ خان برادران نے سکواش کے کھیل کی جو خدمت کی ہے وہ سکواش کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھی جائے گی۔ ہاشم خان ایک رجمنٹ بوائے کی حیثیت سے اُبھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے سب سے بڑے ٹورنامنٹ برٹش اوپن کا چیمپئن ہو گیا اور مسلسل سات سال تک دنیا کا کوئی کھلاڑی اس سے یہ اعزاز نہ چھین سکا۔ بعد ازاں اعظم خان تین سال تک چیمپئن رہے اور حال ہی میں خان خاندان نے ایک ایسا بلند ہمت جواں سال کھلاڑی سکواش کی دنیا میں داخل کیا ہے جس کے چرچے لمبے عرصہ تک بازگشت رہیں گے۔ یہ جہانگیر خان ہے جو سکواش کی تاریخ میں دنیا کا کم سن ترین ورلڈ چیمپئن اور برٹش اوپن چیمپئن

مقام اجتماع ۱۹۸۲ء کا ایک منظر

(صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا)